خاتمہ بالخیر کی کوشش کیجیے!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''آدمی ستر سال تک نیک لوگوں والے کام کرتا رہتا ہے، پھر جب (مرتے وقت) وصیت کرتا ہے تو ناانصافی سے کام لیتا ہے۔ اس طرح اس کا انجام برے کام پر ہوتا ہے، چنانچہ وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور ایک آدمی ستر سال تک برے لوگوں والے کام کرتا رہتا ہے مگر (مرتے وقت) وصیت میں انصاف سے کام لیتا ہے تو اس طرح اس کا انجام نیک کام پر ہوتا ہے، چنانچہ وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۲۷۰۴)

معاشی مشکلات کا حل

اسلامی سوسائٹی کی نوعیت:

قرآن وسنت کی تعلیمات اور صحابہ کرام ؓ کی عملی زندگی کے مطالعہ کے بعد مجھے اس حقیقت کا پورا اِذعان ہوگیا ہے کہ اسلام کے بنائے ہوئے اجتماعی نقشہ میں دولت اور وسائل دولت کے احتکار اور اکتناز کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ احتکار؛ یہ کہ دولت کا کسی ایک طبقہ ہی میں محصور ہو کر رہ جانا۔ اکتناز: یہ کہ دولت کے بڑے بڑے خزانوں کا افراد کے پاس جمع ہو جانا۔ اِس (قرآن) نے سوسائٹی کی نوعیت کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس ومحتاج طبقے بلکہ ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری وساری نظر آئے گی۔

بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے، کیوں کہ سعی وکسب کے بغیر کوئی مومن زندہ ہی نہیں رہ سکتا لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا، اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور بھی ہوگا۔ اس لیے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی، اتنی ہی زیادہ جماعت بہ بحیثیت جماعت کے خوش حال ہوتی جائے گی۔ قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے ہی لیے نہیں کمائیں گے بلکہ تمام افراد قوم کے لیے کمائیں گے اور یہ صورت نہ پیدا ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لیے محتاجی ومفلسی کا پیام ہو جائے، جیسا کہ عام طور پر ہو رہا ہے۔

اجتماعی مشکلات کا حل:

یہ بات کہ قرآن کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کس طرح کی مدنیت اور اجتماعیت پیدا ہو سکتی ہے؟ جس درجہ اہم ہے اتنی ہی زیادہ دقیق بھی ہے۔ اگر مسلمان آج اور کچھ نہ کریں، صرف زکات کا معاملہ ہی احکامِ قرآنی کے مطابق درست کر لیں تو بغیر کسی تامل کے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی تمام اجتماعی مشکلات ومصائب کا حل خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں نے یا تو احکامِ قرآنی کی تعمیل یک قلم ترک کر دی ہے یا پھر عمل بھی کر رہے ہیں تو اس طرح کہ فی الحقیقت عمل نہیں کر رہے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد ؒ)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ
سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

10 جمادی الثانی 1435ھ جمعۃ المبارک 11 تا 17 اپریل 2014ء

ہفت روزہ الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی وترجمان

یکے از مطبوعات دارالدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 15 جلد 66

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

جگمگاہٹ

حافظ احمد شاکر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی ﷺ کی عظمت شان اس طرح بیان فرمائی کہ ''آپ انسانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے (سکھاتے) ہیں، نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں صفہ کی درسگاہ قائم فرما کر شائقین علم نبوی کی تعلیم کا انتظام فرمایا ہوا تھا، اور تربیت کے لیے یہ طلباء ہمہ وقت مسجد میں قیام کرتے اور انوار رسالت سے براہ راست فیض یاب ہوتے۔ علم جس کے سیکھنے کی ترغیب وتائید احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں آئی، اس سے مراد دین کا علم ہی ہے اور اس کی جس فرضیت کا ذکر ہے وہ بھی دین کا علم ہے، یعنی حقوق اللہ، حقوق العباد، طہارت، فرائض، سنن اور امر ونہی کے احکام، دیگر علوم عصریہ...... مختلف زبانیں، ریاضی، حساب وغیرہ...... کی ممانعت کہیں نہیں بلکہ وقتی، مقامی، حکومتی اور بین الاقوامی ضروریات کے لیے علوم عصریہ کی اجازت کے علاوہ بعض دفعہ ضروری بھی ہوجاتی ہے لیکن کسی فن، زبان اور معاشرت کو دین پر غالب لانے اور اس سے اس حد تک مرعوب ہوجانا کہ اپنا دین، علم اور زبان فروتر ہونے لگیں شریعت نے اس مرحلے سے بچے رہنے کی تعلیم دی ہے۔ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد، اسلام کا ایک اہم حکم ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر قرآن کریم میں دو سورتیں...... الانفال، التوبۃ...... نازل فرمائی ہیں۔ 'یہ وہی سورتیں ہیں جن کی احکام یا ترغیب جہاد والی آیات پاکستان کے نصاب تعلیم میں سے طاغوت نکلوانے میں کچھ کامیاب ہو چکا اور مزید تگ ودو کر رہا ہے۔ (اعاذ نا اللہ منه) قرآن میں اس اہم موضوع کے تذکرے میں بھی اللہ تعالیٰ نے سورت توبہ کے آخر (آیت ۱۲۲) میں مسلمانوں کے ایک گروہ کو دین کا علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''اور ممکن نہیں کہ ایمان والے سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل جائیں سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلیں، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ جب اپنی اپنی قوم کی طرف واپس جائیں تو (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں تاکہ وہ بچ جائیں۔''

مسجد نبوی میں صفہ کی درس گاہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے اب تک بحمد للہ مسلمانوں نے علم دین کے حصول کے لیے سفر کیے تکلیفیں برداشت کیں، مشقتیں اُٹھائیں، اور جو نہیں حاصل کر سکے اُنھوں نے دینی مدارس، طلباء اور علماء کی خدمت وکفالت کو فرض کفایہ جانتے ہوئے اس کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوششیں کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔

....

اہل اسلام میں دین کا علم برائے اصلاح...... ذاتی ومعاشرتی...... اور برائے تعلّم...... سکھانے...... سیکھا جاتا تھا' کہ وہ دنیا میں اپنا رزق ملنے کے ایمان سے بہرہ ور تھے' برصغیر میں صلیب کے استبدادی دور میں مسلمانوں کو خیر خواہی کے میٹھے نام سے زہر میں لپیٹ کر علم برائے معاش کا نظریہ متعارف کرایا گیا جس کے نتیجے میں دینی علوم پڑھنے والوں کے فقر وفاقہ کو نشانہ بنا کر اچھی تنخواہوں پر نوکریوں کی لالچ دے کر مسلمان بچوں کو عیسائی نصاب تعلیم مہیا کیا گیا، اس کے لیے سہولتیں اور مراعات دی گئیں، ان کو دنیاوی ترقیوں کے سبز باغ دکھائے گئے اور ٹھاٹھ باٹھ کی نقشہ کی گئی چنانچہ علم برائے معاش کا میٹھا زہر مسلمانوں میں سرائیت کرتا گیا اس نصاب میں سے دینی علم ومعلومات اور تاریخ' جو ابتدا میں مصلحتاً رکھی گئی تھی' بتدریج گھٹانی شروع کر دی گئی چنانچہ نامشرف دور حکومت میں نصاب تعلیم میں سے وہ آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ جن میں مسلمانوں کے

جہادی کارنامے، مجاہدین کے تذکرے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات، تاریخ اسلام کی اہم شخصیات حتیٰ کہ بعض قومی زعماء، شعراء......ان کے اسلامی اور قومی جذبے سے بھرپور......اشعار اور خیالات کو خارج کر دیا گیا اور افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ موجود حکمرانوں کے دور میں بھی اب تک جاری ہے یہ وہی منصوبہ ہے جس کے لیے حال ہی میں تاج برطانیہ کے نمائندے گورڈن براؤن ''تعلیم'' کے لیے ایک ارب ڈالر کی امداد دے کر گیا ہے، خاموش سفارت کاری کا یہ سلسلہ تو بے شک پچھلی صدی سے ہی تھا لیکن دینی مدارس، علماء، طلباء اور ان کے معاونین کے خلاف منفی اور تخریبی خیالات کا کھلم کھلا اظہار نا مشرف دور حکومت ہی میں شروع ہوا جس میں مدارس دینیہ کو نشانہ بنا کر دہشت گردی کو ان کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بعض مدارس کو رام کرنے یا تالاب کی گہرائی ماپنے کے لیے ان کے منتظمین کو کمپیوٹر کی تعلیم کے نام پر ایڈ دے کر جانچا بھی گیا۔ المیہ یہ ہے کہ یہ خالص صلیبی سوچ بلکہ مہم اس ''بہ ظاہر'' اسلام پسند حکومت میں بھی اسی طرح فضا میں گردش کر رہی ہے کہ دینی مدارس پر حکومت اپنی نگرانی قائم کرے گی یا مستقل نظر رکھے گی۔ دلیل اس کی یہ دی جاتی ہے کہ......معاذ اللہ......دینی مدارس میں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے سبحان اللہ! کیا بوری بند لاشیں دینی مدارس سے نکلتی ہیں؟ کیا انسانوں میں ڈرلوں سے سوراخ دینی مدارس کے طلباء کرتے ہیں؟ کیا انسانوں کی اعضاء شکنی کی تربیت دینی مدارس میں دی جاتی ہے؟ اور کیا دینی علماء و طلباء صرف سیاسی اختلاف رائے پر دن دہاڑے بے گناہوں اور کارکنوں کو قتل کرتے ہیں؟ تین دہائیوں سے جاری اس قسم کے جبر و ظلم کبھی اس سے پہلے بھی ہوئے؟ وطن عزیز میں ۱۹۸۰ سے قبل مسلکی اختلافات کی یہ خونی لہر کبھی اس سے پہلے بھی اُٹھی؟ یہ لہر کب اُٹھی؟ کس نے اُٹھائی؟ اور کن حلقوں یا ملکوں نے اس کی نمو کی؟ کیا وطن عزیز کے کان، ناک اور آنکھیں اس کا سراغ نہیں لگا سکتیں؟ دینی مدارس تو مسلمان ملکوں اور آبادیوں میں صدیوں سے جاری ہیں۔ طاغوت اب تک نہ کبھی ثابت کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے کہ دینی مدارس مار دھاڑ، قتل و غارت اور دہشت گردی کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ بات بھی واضح اور ریکارڈ میں رہے کہ مسلمان حکومت میں بندوق کی نوک سے اسلام نافذ کرنے کی نہ کوئی مدرسہ تعلیم دیتا ہے نہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہے، اور نہ کسی فقہ کے علماء اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جو لوگ ان حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں ان میں سے اکثر صرف شکل سے دینی طالب علم ہونے کا تاثر دیتے ہیں۔ یا کچھ ناہنجار طالبِ دنیا یہ روپ دھا کر اس طرح کی کاروائیاں کر کے شعوری یا غیر شعوری طور پر طاغوت کے آلہ کار بن کر اس کی مقصد برآری میں معاون بن جاتے ہیں۔ طاغوت پریشان اس بات سے ہے کہ ہزاروں، سیکڑوں مدارس اور لاکھوں طلباء علم دین پڑھ کر دینی تربیت پا کر ابھی تک یہ ان کے دائرہ اثر سے باہر کیوں ہیں؟ یہ صلیبی معاشرت، ہندوانہ اوہام، جاہلانہ رسوم و بدعات کے خلاف تبلیغ و دعوت میں اب تک کیوں کوشاں ہیں؟ اس مقصد فاسد میں طاغوت کے آلہ کار بننے والے یہ جاننے کے باوجود تجاہل عادت کا شکار ہیں کہ انہی خاک نشینوں کے طفیل ان کی خانگی زندگیاں نکاح کے ذریعے حلال ہوتی ہیں، انہی کے طفیل بچوں کے کانوں میں اللہ کا نام پکارا جاتا ہے اور......چاہے کتنا بے دین بلکہ بد دین بھی ہو......مرنے کے بعد دفن کے لیے یہی بوریا نشین ان کی تدفین کا سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔ یاد رکھیں یہ دینی مدارس حکم الٰہی کے مطابق، دین اسلام بتانے فرمان رسول سنانے اور اطاعت رسول کی تعلیم دلانے کے لیے قائم کیے گئے ہیں اور ان شاء اللہ قائم رہیں گے۔ سورہ صف میں ارشاد باری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔''

کرۂ ارض قیامت تک اس نورِ الٰہی سے جگمگاتا رہے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

درس قرآن (قسط نمبر ۴۸)

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ٥ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ٥﴾

[الصّٰفّٰت: ۸۸، ۸۹]

''پس اس نے ستاروں میں ایک نگاہ ڈالی۔ پھر کہا: میں تو بیمار ہوں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم سالانہ عید مناتی تھی۔ باپ اور اس کے ہم نواؤں نے چاہا کہ ابراہیم علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ عید منائیں۔ مگر وہ تو موقع کی تلاش میں تھے کہ ایک نہ ایک دن ان بتوں کی حقیقت ان کے سامنے آشکارہ کردوں۔ چنانچہ اُنھوں نے ساتھ نہ جاسکنے کا عذر پیش کیا کہ میں بیمار ہوں۔ عذر کے لیے جو ترکیب اُنھوں نے اختیار کی وہ یہ تھی:

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ﴾ ''اُنھوں نے ستاروں میں ایک نگاہ ڈالی۔'' یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دینے سے پہلے ستاروں میں نگاہ کیوں ڈالی۔ اس بارے میں مختلف آراء ہیں:

① ...... امام قتادہ نے کہا ہے کہ عرب جب کسی بات پر غور وفکر کرتے تو ستاروں کی طرف، یعنی اوپر آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

امام خلیل اور مبرّد نے تو کہا ہے کہ جب انسان غور وفکر کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ ستاروں کی طرف دیکھ رہا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کے مطالبے پر غور وفکر اور سوچ بچار میں پڑ گئے کہ ان سے کیسے جان چھڑاؤں تو اُنھوں نے ستاروں کی طرف دیکھا۔ حسن بصری نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام لیٹ گئے، ستاروں کی طرف دیکھنے لگے اور فرمایا: میں بیمار ہوں، تمھارے ساتھ جانے سے قاصر ہوں۔

② ...... دوسری رائے یہ بھی ہے کہ علم نجوم پہلے رائج تھا بعد میں اس کی ممانعت ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی تناظر میں ستاروں پر نگاہ ڈالی اور فرمایا: میں بیمار ہوں۔

مگر یہ بات درست نہیں۔ علامہ آلوسی نے فرمایا ہے کہ یہ قطعاً مناسب نہیں کہ علم نجوم کی نسبت امام الحنفاء، شیخ الانبیاء، خلیل رب الارض والسماء کی طرف کی جائے۔ (روح المعانی: ۱۷/۱۰۰)

③ ...... بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم علم نجوم پر یقین رکھتی تھی اور ستاروں کو دیکھ کر اپنے معاملات کا تعیّن کرتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اطمینان دلانے کے لیے ستاروں کو دیکھا تاکہ وہ سمجھیں کہ ستاروں کو دیکھ کر اُنھوں نے اپنی بیماری کی بات کی ہے، کوئی بہانے بازی نہیں کی۔ یہ ترکیب اُنھوں نے جان چھڑانے اور اپنے مقصد کو پانے کے لیے اختیار کی تھی۔

علم نجوم کی حیثیت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کو انسانوں کی منفعت کے لیے بنایا ہے اور یہ قدرتِ الٰہی کے مظاہر ہیں۔ انسان ان سے روشنی حاصل کرتا ہے، اندھیری راتوں میں ستاروں کے ذریعے راستہ اور سمت پاتا ہے۔ بلکہ کچھ ایسی خصوصیات بھی ہیں جن کا انسان مشاہدہ کرتا ہے جیسے چاند کے گھٹنے بڑھنے سے سمندر میں مدّ وجزر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنیٰ قطعاً نہیں کہ نظام ارضی ستاروں سے وابستہ ہے یا انسان کی قسمت سنوارنے یا بگاڑنے میں ان کا کوئی اثر ہے۔

ستاروں کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ مشرکانہ ہے۔اہل عرب بارش کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ایک خاص ستارہ بارش لے کر آتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

"من قال:مطرنا بفضل الله ورحمته فذلك مؤمن بي كافر بالكواكب، وأمامن قال: مطرنا بنوء كذا وكذا فذاك كافر بي مؤمن بالكواكب." (صحيح بخاري، رقم: ٨٤٦، صحيح مسلم، رقم:٧١)

''جو کہتا ہے:ہمیں اللہ کے فضل ورحمت سے بارش دی گئی ہے،وہ میرے ساتھ ایمان رکھتا ہے اور ستاروں سے کفر کرتا ہے۔اور جو کہتا ہے:بارش فلاں فلاں نے دی ہے،وہ میرا انکار کرتا ہے اور ستاروں پر ایمان رکھتا ہے۔''

البتہ وہ شخص جو یہ ایمان رکھتا ہے کہ مؤثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ نے ستاروں کو بعض خواص عطا فرمائے ہیں اور وہ انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں تو یہ شرک نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم بادل کو بارش کا سبب سمجھتے ہیں۔حالانکہ بارش اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے برستی ہے۔لیکن اس کے لیے علم نجوم کی تحصیل اور اسی پر اعتماد بہرحال غلط اور ناجائز ہے۔

جو لوگ ستارہ شناسی کا دعویٰ کر کے بزعم خود مستقبل کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ فعل بھی حرام اور شرک ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [النمل:٦٥]

''کہہ دے:اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے، غیب نہیں جانتا۔''

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین اغراض کے لیے پیدا کیا ہے:۱۔آسمانوں کی زینت،۲۔ شیطان کو مارنا اور ۳۔راستے معلوم کرنا۔جس نے ان تینوں اغراض کے علاوہ کچھ اور سمجھا اس نے غلطی کی،اپنی آخرت کا حصہ برباد کر دیا اور ایسی بات کا تکلف کیا جس کا اسے علم نہیں۔

(صحيح بخاري: بدء الخلق، باب في النجوم)

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إذا ذكر أصحابي فأمسكوا، وإذا ذكر النجوم فأمسكوا، وإذا ذكر القدر فأمسكوا.))

(طبرانی وغیرہ، الصحيحة، رقم: ٣٤)

''جب میرے صحابہ (یعنی ان کے باہمی اختلاف وغیرہ) کا ذکر کیا جائے تو رُک جاؤ، جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو رُک جاؤ اور جب تقدیر کا ذکر آئے تو رُک جاؤ۔''(یعنی خاموش ہو جاؤ)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبة من السحر.)) (سنن أبي‌داود، رقم: ٣٩٠٦، مسند أحمد: ١/ ٣١١)

''جس نے تھوڑا سا بھی علم نجوم سیکھا اس نے جادو کا ایک ایک حصہ حاصل کیا۔''

ابو محجن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أخاف على أمتي بعدي ثلاثا حيف الأئمة وإيمان بالنجوم وتكذيب بالقدر.))

(جامع بيان العلم: ٢/ ٣٩)

''مجھے میرے بعد میری اُمت پر تین چیزوں کا خوف ہے: حکام کا ظلم،علم نجوم پر ایمان اور تقدیر کا انکار۔''

یہ اور اس موضوع کی دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ستارہ شناسی کا علم حاصل کرنا اور ان کے خواص معلوم کرنا حرام ہے۔ان سے

سمت قبلہ معلوم کرنا اور وقت معلوم کرنا ناجائز نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''تعلموا عن النجوم ماتهتدون به ظلمات البر والبحر ثم أمسكوا.''

(جامع بيان العلم: ۲/ ۳۸)

''علم نجوم اتنا سا حاصل کرو جس سے تم برّ و بحر کے اندھیروں سے راستہ معلوم کرسکو، پھر رُک جاؤ۔''

علامہ آلوسی نے سورت صافات کی اسی آیت کے تحت ''روح المعانی'' میں علم نجوم پر بڑی طویل بحث کی ہے اور متعدد مثالیں پیش کی ہیں کہ علم نجوم کے مطابق جیسے واقعات رونما ہونے چاہیے تھے حقیقت میں اس کے برعکس ہوا ہے۔ اور اس علم کے جواز پر جو دلائل ذکر کیے جاتے ہیں بڑی شرح وبسط سے ان کے جوابات بھی دیے ہیں۔ علامہ غزالی نے بھی ''احیاء علوم الدین'' میں اس پر مفصّل بحث کی ہے اور اس کی ممانعت کی متعدد حکمتیں ذکر کی ہیں۔



درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد
حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: إثبات الجنة والنار ، لقول الله تعالى:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ٥ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ٥ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ٥﴾[الأعراف: ٤٠-٤٢]

وقال عليه الصلاة والسلام:

((الجنة حق والنار حق .))(صحيح بخاري، رقم: ٦٣١٧، صحيح مسلم، رقم: ٧٦٩)

٤٠: عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

((إذا صار أهل الجنة إلى الجنة وأهل النار إلى النار جيء بالموت حتى يجعل بين الجنة والنار ، ثم يذبح ، ثم ينادي مناد: ياأهل الجنة! لاموت، ياأهل النار! لاموت، فيزداد أهل الجنة فرحا إلى فرحهم ويزداد أهل النار حزنا إلى حزنهم .)) (صحيح بخاري، رقم: ٦٥٤٨، صحيح مسلم ، رقم: ١٨٥٠)

جنت وجہنم کا اثبات:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

''جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے نہ تو آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوسکیں گے جب تک کہ اُونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گزر جائے اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ ان کے لیے جہنم بچھونا ہے اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک عمل کیے، ہم کسی شخص کو اس کے وسعت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتے، وہی لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے۔''

۴۰: جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ وہ جنت اور جہنم کے درمیان لائی جائے گی، پھر اُس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی (پکارنے والا) آواز لگائے گا کہ اے اہل جنت! آج کے بعد موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم! آج کے بعد موت نہیں آئے گی۔ (اس سے) اہل جنت کی خوشی دوبالا ہوجائے گی اور اہل جہنم کے غم میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔''

فوائد:

۱: جنت اور جہنم کا الگ الگ وجود ہے، یہ کوئی خیالی چیزوں کا نام نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہیں اور وجود رکھتی ہیں۔

۲: آیات ربانی کی تکذیب کرنے والے اور تکبر کرنے والوں کے لیے جہنم ہے، آگ ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ أعاذ نا الله منه.

۳: اہل کفر کا جنت میں داخلہ ممکن نہیں ہے۔

۴: اہل ایمان اور عمل صالح کے پابند حضرات کے لیے جنت ہے۔

۵: اہل جنت جنت میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے، انھیں وہاں موت نہیں آئے گی اور اسی طرح جہنمی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

۶: اہل جنت خوش وخرم زندگی بسر کریں گے اور ان کی خوشی میں آنے والا ہر لمحہ اضافہ ہی کرتا چلا جائے گا۔ اللهم اجعلنا منهم. اور اہل جہنم رنج در رنج میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب جہنم سے بچائے رکھے اور جنت میں جگہ عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔



افتـاء

وقف شدہ چیز سے استفادے کا حکم؟

مفتی عبید اللہ خاں عفیف

سوال: میں نے ایک عدد پلاٹ برائے تعمیر مسجد و مدرسہ رینالہ خورد شہر میں خریدا۔ مسجد اور اس کے ملحق مدرسہ کے دو کمرے تعمیر ہو چکے ہیں۔ مدرسہ کے کمروں کے اوپر اپنی رہائش گاہ تعمیر کی ہے۔ لیکن میری ملازمت لاہور ہونے کی وجہ سے فی الحال وہاں رہائش رکھنا میرے لیے ممکن نہیں۔ کیا مذکورہ رہائش میں اپنے کسی حقیقی رشتہ دار کو اپنا قائم مقام مقرر کرتے ہوئے دے سکتا ہوں۔ یاد رہے کہ مسجد و مدرسہ کی دیکھ بھال اور حسنِ انتظام کے لیے میری موجودگی ضروری تھی لیکن میں فی الوقت یہ ذمہ داری بہ وجوہ ادا نہیں کر سکتا جب کہ میرا قائم مقام اس ذمہ داری کو بہ حسن وخوبی نبھا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں قائم مقام انتظامیہ کا با قاعدہ ممبر بھی ہے۔ فتویٰ جاری فرمائیں۔

(محمد جابر حسین، مدیر مرکز نداء الاسلام، رینالہ خورد)

الجواب بعون اللّٰہ الفتاح الوهاب ومنه التوفيق والصدق والصواب .

بہ شرطِ صحت سوال صورت مسئولہ میں مسجد اور مدرسہ کا متولی ان کی حفاظت وصیانت، نظافت اور ان کے نظم وانتظام کے پیش نظر مسجد اور مدرسہ کے رقبہ میں اپنی رہائش گاہ بنا کر اس میں رہائش رکھ سکتا ہے۔ بہ شرط کہ مسجد کا تقدس ہر لحاظ سے ماصون اور محفوظ رہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

"عن ابن عمر أن عمر ابن الخطاب أصاب أرضا بخيبر فأتى النبي ﷺ يستأمره فيها، فقال: يا رسول الله ﷺ! إني أصبت أرضا بخيبر لم أصب مالا قط أنفس عندي منه فما تأمر به؟ قال:((إن شئت حبست أصلها و تصدقت بها .)) قال: فتصدق بها عمر أنه لا تباع ولا توهب ولا تورث......لا جناح على من وليها أن يأكل منها بالمعروف ويطعم غير متمول . "(صحيح بخاري:۱/ ۳۸۲)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کو خیبر میں ایک قطعہ زمین ملی تو آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مشورہ کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے خیبر میں ایک زمین کا ٹکڑا ملا ہے، اس سے بہتر مال مجھے اب تک کبھی نہیں ملا تھا۔ آپ ﷺ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:'' اگر جی چاہے تو اصل زمین اپنی ملکیت میں رکھ لیجیے اور پیداوار صدقہ کر دیجیے۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کر دیا کہ نہ اسے بیچا جائے گا، نہ اس کو ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت چلے گی............اور یہ کہ اس کا متولی اگر دستور کے مطابق اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق وصول کر لے یا کسی محتاج کو دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔''

امام بخاری نے اپنی الجامع میں ایک تبویب یوں قائم فرمائی ہے:

"باب: هل ينتفع الواقف بوقفه ؟وقد اشترط عمر رضي الله عنه "لا جناح على من وليه أن يأكل منها . " وقد يلي الواقف وغيره ، وكذلك كل من جعل بدنة أوشيئا للّٰه فله أن ينتفع بها

كما ينتفع غيره وأن لم يشترط . "
(صحيح بخاري :١/ ٣٨٥)
''باب: کیا وقف کرنے والا اپنی وقف شدہ چیز سے خود بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے وقف کے لیے) شرط لگائی تھی کہ ''جو شخص اس کا متولی ہو اُس کے لیے اس وقف سے کھا لینے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ (دستور کے مطابق) واقف خود بھی وقف کا مہتمم ہوسکتا ہے اور دوسرا شخص بھی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے اونٹ یا کوئی اور چیز اللہ کے راستے میں وقف کی تو جس طرح دوسرے اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں خود وقف کرنے والا بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے اگرچہ (وقف کرتے وقت) اس کی شرط نہ لگائی ہو۔''
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:
''وقف کرنے والا اپنے وقف سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے جب اس چیز کو خود اپنے اوپر، نیز دوسروں پر وقف کر دیا ہو۔ یا وقف میں ایسی شرط عائد کی ہو۔ یا اس میں سے ایک حصہ اپنے لیے یا متولی کے لیے مخصوص کر دیا ہو اور خود ہی متولی ہو۔''وقد اشترط عمر رضی اللہ عنہ "لا جناح على من وليه أن يأكل منها" وقد يلي الواقف وغيره" سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب وقف کے متولی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کھانے کی اجازت دی تو خود وقف کرنے والے کو بھی اس میں سے کھانا یا کچھ فائدہ اُٹھانا درست ہوگا، اس لیے کہ کبھی وقف کرنے والا خود اس جائیداد کا متولی ہوتا ہے۔
فتح الباری کی عبارت یہ ہے:
"هو من تفقه المصنف وهو يقتضي أن ولاية النظر للواقف لا نزاع فيها......والذي احتج به المصنف من قصه عمر ظاهر في الجواز......والذي عليه الجمهور جواز ذلك إذا وقفه على الجهة العامة دون الخاصة . "
(فتح الباري:٥/ ٣٨٣، ٣٨٤)
''یہ مصنف کے تفقہ کا شاہکار ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نگرانی کی ذمہ داری وقف کرنے والے کا حق ہے جس میں کوئی نزاع نہیں......امام بخاری رحمہ اللہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قصہ سے استدلال بہ ظاہر جواز پر مبنی ہے......اور اسی طرح جمہور بھی جواز کے قائل ہیں جب کہ وقف عام جہت پر واقع ہو۔''
اس تشریح سے بہر حال یہ جواز نکلتا ہے کہ وقف کرنے والا خود متولی ہو یا کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کر دے تو وہ اس وقف سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔
سید محمد سابق تصریح فرماتے ہیں:
"يجوز للمتولي أمر الوقف أن يأكل منه لحديث ابن عمر (السابق) وفيه:"لا جناح على من وليها أن يأكل منها بالمعروف . "
والمراد بالمعروف القدر الذي جرت به العادة . قال القرطبي:"جرت العادة بأن العامل سيأكل من ثمرة الوقف حتى لواشترط الواقف أن العامل لا يأكل لاستقبح ذلك منه . "(فقه السنة:٣/ ٣٨٥)
فضیلۃ الشیخ ابو بکر جابر الجزائری وقف کی شرائط اور متولی کے اختیارات کے ذکر کے ضمن میں مزید وضاحت فرماتے ہیں:
''وقف کرنے والے کو یہ حق پہنچتا ہے کہ تا حیات اس کو تولیت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری قبول کر لے۔ وہ اکیلا اس کام کو سر انجام دے گا اور کوئی اس میں مشارکت اور منازعت کا حق نہیں رکھتا۔ اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اس بارے میں وہ کسی کو وصیت کرے اور اختیار اس کے سپرد کر

دے کہ واقف مذکور کی وفات کے بعد اس کا فلاں بیٹا متولی ہوگا یا اُس کی اولاد میں جو معاملہ فہم اور سوجھ بوجھ کا مالک ہو متولی قرار پائے گا۔ واقف مذکور نے یہ شرط بھی عائد کی ہے کہ اس جائیداد کو سال سے زیادہ کرائے پر نہ دیا جائے۔''
(منہاج المسلم،ص:۶۰۶)

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ بالا احادیث اور صحیح بخاری کی تبویب کے مطابق جس طرح خود واقف اپنے وقف کا متولی اور نگران ومُشرِف قرار پا کر وقف شدہ چیز سے فائدہ (عرف کے مطابق رہائش وغیرہ) اُٹھا سکتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے اختیارات اور مراعات کسی دوسرے کی طرف منتقل کر کے اس کو اپنا قائم مقام بنا سکتا ہے، جیسا کہ فضیلۃ الشیخ الجزائری نے اس کی تصریح فرما دی ہے بہ شرط کہ قائم مقام متولی متورّع، متشرّع، متدین اور امین ہونے کے ساتھ ساتھ مالِ وقف کا متولی ہونے کا اہل بھی ہو۔

هـذا ما عندي والله تعالىٰ أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب في يوم الحساب.



دس روزہ تعلیمی، تبلیغی، اصلاحی پروگرام

کلیال، وادی سون ضلع خوشاب میں ۱۵۔ اپریل ۲۰۱۴ء سے دس روزہ تعلیمی واصلاحی پروگرام منعقد ہوگا۔ علمائے اہل حدیث کے دروس جاری رہیں گے۔ قیام وطعام اور شرکائے دورہ کے لیے رہائشی سہولت میسر ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ نیز انھیں اسلامی لٹریچر بھی دیا جائے گا۔ فون پر رابطہ کر کے اپنا نام لکھوا کر تشریف لائیں۔ مولانا حافظ عبدالغفار المدنی اور قاری شاہ محمد ربانی تربیتی درس دیں گے۔

ملک عبدالستار اعوان۔ ناظم مکتبہ دارالسلام، کلیال۔
وادی سون ضلع خوشاب۔ 0334-7533601
قاری عبدالوہاب اعوان ناظم مدرسہ۔ 0333-6813820

بقیہ: ابراهيم مير سيالكوٹي كي چند تقريريں

''بٹالہ سے قادیان کو جب ہم آرہے تھے تو ہمارے ہمراہ ایک دوسری ٹُم ٹُم [Tendem] آرہی تھی جس میں مرزائی سوار تھے۔ سڑک کی ناہمواری کے ذکر پر اس نے کہا کہ قادیان کو مکہ سے یہ بھی ایک گونہ مناسبت ہے کہ اس کی سڑک بھی کچی ہے اور اس کی بھی۔ اس وقت میں نے کہا کہ مناسبت کے لیے نہیں بلکہ مرزا قادیانی کے الہام کو خاک میں ملانے کے لیے۔ اب تک مکہ میں ریل نہیں بنی اور نہ سڑک پختہ ہوئی کیوں کہ مرزا قادیانی کا قول تھا کہ مسیح کے وقت میں بہ موجب ﴿وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ﴾[التکویر:٤] اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ اس تاویل کو خدا نے غلط کرنا تھا، اس لیے وہاں ریل بننے دی، نہ سڑک۔''

فاضل مقرر نے اس مؤثر و مدلل تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا:

''اگر نوعیتِ عذاب اور مدتِ نزولِ عذاب مقرر کی جائے تو میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔''

مگر اس تقریر سے قادیانیوں کی یہ حالت تھی کہ ''چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند''۔ جب ''صدائے برنخاست'' کا معاملہ نظر آیا تو مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ اُٹھے اور فرمایا:

''احمدی دوستوں کے روپے کے لیے نہیں بلکہ رفع شک کے لیے اور اتمامِ حجت کے لیے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، زندہ ہیں اور مرزا قادیانی کا دعویٰ غلط ہے۔''

ان کے بعد مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ نے بھی ایسے ہی الفاظ میں قسم کھائی کہ جن تیس دجالوں کی خبر حدیث میں ہے، ان میں سے ایک ہم مرزا قادیانی کو مانتے ہیں کہ وہ بھی انھی کی طرح جھوٹا ہے۔

(بہ حوالہ ''احتساب قادیانیت، جلد:۳۸)



مقالاتِ علمیہ قسط نمبر ۲ آخری

اسلام میں انسانی حقوق کا معاشی ومعاشرتی تصور

پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ

مزدوروں کا حق:

عادلانہ اور منصفانہ معاشی نظام کے قیام کے لیے آجر اور اجیر میں عدل و انصاف پر مبنی تعلقات ضروری ہیں۔ حضور ﷺ نے عدل وانصاف پر مبنی معاشی نظام کے اسی بنیادی تقاضے کو پورا کرتے ہوئے مزدوروں کے حقوق کا تعین فرمایا اور انھیں ہر طرح کا معاشی تحفظ دیا۔ قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے مطابق معاشی تفاوت انسانی مساوات کی روح کو بے اثر نہیں کرسکتی، بلکہ نفس واحدہ سے تخلیق پانے کے سبب سب انسان مساوی عزت وتکریم کے حامل ہیں:

﴿يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا o﴾[النساء:۱]

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“

تاہم معاشی عدم تفاوت بھی لوگوں کی آزمائش اور انھیں نیکی کی راہ اختیار کرنے کی ترغیب دینے کے لیے رکھی گئی:

❁......﴿وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o﴾[الانعام:۱۶۵]

”اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کردیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں، بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

❁......﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ o﴾[الزخرف:۳۲]

”کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور تیرے رب کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔“

آپ ﷺ نے آجر پر مزدوروں کے حقوق کی حفاظت و ادائیگی لازمی قرار دی، تاکہ ان کی معیشت محفوظ و مستحکم ہو اور اپنی معاشی سرگرمیوں کے ثمرات سے متمتع ہوسکیں:

❁......”إن النبي ﷺ نهى عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره . “

(مسند أحمد، رقم: ١١٥٦٥)

”حضور اکرم ﷺ نے مزدوری کے تعین کے بغیر مزدور سے کام لینے سے منع فرمایا۔“

❁......"ظلم الأجير أجره من الكبائر."

(السنن الكبرى للبيهقي، رقم:١١٤٣٢)

''مزدوروں پر مزدوری کی ادائیگی میں ظلم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔''

❁......((اعطوا الاجير اجرة قبل ان يجف عرقه.))(سنن ابن ماجه، رقم: ٢٤٤٣)

''مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔''

گھریلو خادموں کے حقوق:

آپ ﷺ نے معاشرتی و سماجی، ہر تعلق کو تکریم انسانیت کے اُصول پر مبنی قرار دیا۔ دورِ جاہلیت میں خادموں کو جس حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، آپ ﷺ نے اس تصور کو کلیتاً بدل دیا اور فرمایا کہ خادموں کو بھی وہی عزت اور مرتبہ دو جو تم اپنے خاندان کے دوسرے افراد کو دیتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خادموں سے آپ ﷺ کے حسن سلوک کو یوں بیان کرتے ہیں:

"خدمت النبي ﷺ عشر سنين فما قال لي: أف، ولا لم صنعت؟ ولا ألا صنعت."

(صحيح بخاري، رقم:٦٠٣٨)

''میں نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا، لیکن آپ ﷺ نے مجھے اُف تک نہ کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور فلاں کام تم نے کیوں نہ کیا۔''

آپ ﷺ نے خادم کی خدمت کی داد و تحسین کرنے اور اسے برابر سماجی مرتبہ دینے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

((إذا أتى أحدكم خادمه بطعامه فإن لم يجلسه معه فليناوله لقمة أو لقمتين أو أكلة أو أكلتين، فإنه ولي علاجه.))

(صحيح بخاري، رقم:٢٥٥٧)

''جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے، اگر اس کو اپنے ساتھ کھانے پر نہ بٹھائے تو اسے ایک یا دو لقمے دے دے، اس لیے کہ اس نے محنت کی ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إذا صنع لأحدكم خادمه طعامه ثم جاءه به وقد ولي حره ودخانه فليقعده معه فليأكل، فإن كان الطعام مشفوها قليلا فليضع في يده منه أكلة أو أكلتين.))

(صحيح مسلم، رقم: ١٦٦٣)

''جب کسی کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کرے، پھر وہ کھانا لائے اور اس کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہو تو اسے اپنے ساتھ بٹھالے کہ وہ بھی کھائے، اگر کھانا تھوڑا ہو تو اُس میں سے خادم کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دے۔''

آپ ﷺ نے خادم کی غلطی یا خطا پر بھی اس سے درگزر اور عفو کی تعلیم دی ہے، چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم خادم کو کتنی دفعہ معاف کریں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اس نے پھر وہ سوال دہرایا، آپ ﷺ پھر خاموش رہے۔ جب تیسری بار سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اعفوا عنه في كل يوم سبعين مرة.))

(سنن أبي داود، رقم: ٥١٦٤)

''اسے ایک دن میں ستر بار معافی دو۔''

عامة الناس کے عمومی حقوق:

اسلام کے معاشی اور اقتصادی نظام کا مقصود ایک فلاحی معاشرہ قائم کرنا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے معاشرے کے ہر فرد کو بنیادی ضروریات کا حق عطا کر کے اسلامی معاشرے کو حقیقی معنوں میں فلاحی

معاشرہ بنادیا جس میں کسی بھی فرد کو بنیادی ضروریات اور عمومی سہولیات کے حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اُنھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سی چیز ہے جسے نہ دینا حلال نہیں؟ فرمایا: ''پانی، نمک اور آگ۔'' فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! پانی کو تو ہم سمجھ گئے، مگر نمک اور آگ کا یہ حکم کیوں ہے؟ فرمایا:

((يا حميراء! من أعطى نارا فكأنما تصدق بجميع ما أنضجت تلك النار، ومن أعطى ملحا فكأنما تصدق بجميع ما طيب ذلك الملح، ومن سقى مسلما شربة من ماء حيث يوجد الماء فكأنما أعتق رقبة، ومن سقى مسلما شربة من ماء حيث لا يوجد الماء فكأنما أحياها.))

(سنن ابن ماجه، رقم: ٢٤٧٤)

''اے حمیراء! جس نے کسی کو آگ دی اس نے گویا اس آگ سے پکا ہوا سارا کھانا خیرات کیا اور جس نے کسی کو نمک دیا اس نے گویا سارا وہ کھانا خیرات کیا جسے اس نمک نے لذیذ بنایا اور جس نے کسی مسلمان کو ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی عام ملتا ہو اُس نے گویا غلام آزاد کیا اور جس نے مسلمان کو وہاں ایک گھونٹ پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو تو اس نے گویا اسے زندگی بخشی۔''

عوام کا قومی وسائل سے استفادے کا حق:

اسلامی معاشرے میں اجتماعی مفاد کو انفرادی فائدے پر ترجیح دی گئی ہے۔ معاشرے کے ہر فرد کے لیے مساوی معاشی مواقع کی تخلیق اور ہر فرد کے لیے معاشی وسائل سے متمتع ہونے کو ممکن بنانے کے لیے ہر فرد کو قومی وسائل سے استفادے کا مساوی حق دیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اس امر کی اجازت نہیں دیتیں کہ کوئی ایک شخص جملہ وسائل پر قابض ہو کر دیگر افراد معاشرہ کے لیے قومی وسائل سے استفادے کی راہ کو مسدود کر دے۔ آپ ﷺ کی اس تعلیم پر عمل کی نظیر ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے زائد از ضرورت زمین کے واپس لینے سے ملتی ہے۔ بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے زمین طلب کی۔ آپ ﷺ نے انھیں وسیع زمین عطا کر دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو اُنھوں نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے بلال! آپ نے حضورِ اکرم ﷺ سے کافی زمین طلب کی تھی، رسول اللہ ﷺ نے وہ زمین آپ کو عطا کر دی کیوں کہ آپ ﷺ سے جو بھی سوال کیا جاتا تھا آپ ﷺ کبھی انکار نہ فرماتے تھے۔ اب جو زمین آپ کے پاس ہے آپ وہ ساری آباد نہیں کر سکتے، اُنھوں نے کہا: ہاں، ایسا ہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جتنی آپ آباد کر سکیں وہ آپ رکھ لیں اور جو آپ آباد نہ کر سکیں وہ ہمیں دے دیں، ہم وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیں گے۔ بلال رضی اللہ عنہ بولے: میں تو اس کے لیے تیار نہیں ہوں کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو آپ کو کرنا ہوگا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے وہ زمین لے لی جسے وہ آباد نہیں کر سکتے تھے اور اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

غلام کے حقوق:

غلامی کی تاریخ اسلام سے بہت پہلے کی ہے۔ ظہورِ اسلام کے وقت حالات کے پیش نظر اسے یک لخت ختم کر دینا ممکن نہ تھا، تاہم آپ ﷺ نے ایسے احکامات جاری فرمائے اور غلاموں کے حقوق کے بارے میں ایسی ہدایات دیں جن سے بہ تدریج غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔ ذاتی طور پر آپ ﷺ نے غلامی کے عمل کو روکا اور پہلے سے جو غلام موجود تھے ان کی آزادی اور معاشرے میں ان کے باوقار مقام کے لیے اپنے عمل مبارک سے مثال قائم کی۔

آج کے جدید تہذیبی ارتقا کے دور میں اس امر کا تصور بھی محال ہے کہ صدیوں پہلے کے عرب معاشرے میں غلام کو اتنے حقوق دیے

جا سکتے تھے! یہ صرف مسلم معاشرہ تھا جہاں غلام کو برابر اور مساوی انسانی حقوق حاصل ہوئے، ورنہ دیگر دنیا میں ماضی قریب تک غلاموں کی صورت حال ابتری کا شکار تھی۔ برطانیہ میں انسداد غلامی کا بل ۱۷۸۸ء میں Wilberforce نے پارلیمنٹ میں پیش کیا اور اسے منظور کر کے قانون بننے میں ۱۹ سال لگ گئے۔ ۱۷۹۶ء میں ایوان عام (House of Commons) نے بل پر خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں نہیں سمجھتا کہ نوآبادیوں میں غلاموں کو اس سے زیادہ کوئی بات پریشان کر سکتی ہے کہ امداد آنے پر ان کی محنت میں کمی نہ آئے گی۔''

۱۸۰۵ء میں General Gascoyne نے بل کی مخالفت کرتے ہوئے کہا:

''انسدادِ غلامی کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے سے زیادہ غیر مہذب امر کیا ہوسکتا ہے! کیوں کہ یہ سوال بالآخر اُن بھاری خطرات کا باعث بنتا ہے جو ہمارے نوآبادیاتی مفادات و املاک کی تباہی پر منتج ہوں گے۔''

۱۸۰۶ء میں Sir Robert Peel نے غلاموں کی خرید وفروخت کے کاروبار کو برطانیہ کے لیے جائز اور درست قرار دیتے ہوئے کہا:

''غلاموں کی خرید وفروخت کا کاروبار برطانیہ کے لیے درست مگر اس کے حریفوں کے لیے ناجائز ہے کیوں کہ انسانیت کی بنیاد پر مخالف ممالک کے ہاتھوں غلاموں کی تجارت کو جائز قرار دینا افریقہ کے لیے غیر محدود طور پر نقصان دہ ہے۔''

الغرض کم و بیش ۱۹ سال بعد برطانوی ایوان نمائندگان (House of Representatives) میں منظوری حاصل کر سکا۔

امریکا میں بھی ۱۸۶۳ء میں ابراہام لنکن (Abraham Lincoin) کے (Emancipation Proclamation) کے بعد غلامی کا خاتمہ ہوسکا۔

جب کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غلامی کے خاتمے کے لیے غلاموں کو آزاد کرنے کی ابتدا کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مـن أعتق رقبة مسلمة أعتق الله بكل عضو منه عضوا من النار حتى فرجه بفرجه .))

(صحيح بخاري، رقم: ٦٧١٥)

''جو مسلمان غلام کو آزاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کا ہر عضو آگ سے آزاد فرمائے گا، حتیٰ کہ شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ!''

آپ ﷺ نے غلام اور ذاتی ملازمین کو معاشرے میں باوقار مقام عطا کرنے کے لیے مختلف حقوق عطا فرمائے:

۱۔عزتِ نفس:

"عن ابن عمر قال: سمعت رسول الله ﷺ يـقـول :((من ضرب غلاما له حدا لم يأته أو لطمه فإن كفارته أن يعتقه .))"

(صحيح مسلم، رقم: ١٦٥٧)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے غلام کو ناکردہ جرم کی سزا دے یا اسے طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے۔''

۲۔رہن سہن میں مساوات:

"عن أبـي ذر قـال: قـال رسـول الله ﷺ : ((إخوانكم جعلهم الله تحت أيديكم، فمن جـعـل الله أخـاه تـحـت يـده فليطعمه من

طعامه وليلبسه من لباسه ولا يكلفه ما يغلبه ، فإن كلفه ما يغلبه فليعنه .))"

(سنن ترمذي ، رقم: ١٩٤٥)

''حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے قبضے میں دے دیا وہ تمھارے بھائی ہیں، تو جسے اللہ اس کے بھائی کا مالک بنادے اسے اس میں سے کھلائے جو وہ خود کھائے اور اس سے پہنائے جو خود پہنے اور ایسے کام کا اسے نہ کہے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر ایسے کام کا کہے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹائے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک خزانچی آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے غلاموں کو ان کا کھانا دے دیا؟ بولا: نہیں۔ فرمایا: جاؤ، انھیں دے دو کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان کے لیے یہی گناہ بہت ہے کہ مملوک سے اس کا کھانا روکے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۹۶)

ایک اور روایت میں ہے، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا:

''تمھارے غلاموں سے جو تمھیں پسند ہو تو اس میں سے اسے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ اور جو تمھیں پسند نہ ہو اسے بیچ دو، اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔''

(سنن ابوداود، حدیث نمبر: ۵۱۶۱)

۳۔ ناقابل برداشت مشقت سے تحفظ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل إلا ما يطيق .))(صحيح مسلم، رقم: ١٦٦٢)

''غلام کے لیے اس کے مطابق کھانا اور کپڑا ہے اور اسے اس قدر کام کی تکلیف نہ دو جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔''

۴۔ تشدد سے تحفظ کا حق:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی: اے ابومسعود! سوچو کہ اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنے تم اس پر ہو، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آزاد ہے اللہ کی راہ میں، تب حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کرتے تو تم کو آگ جلاتی یا آگ پہنچتی۔'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۵۹)

۵۔ تعلیم وتربیت:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے سنا کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((ثلاثة يؤتون أجرهم مرتين: الرجل تكون له الأمة فيعلمها فيحسن تعليمها ويؤدبها فيحسن أدبها ثم يعتقها فيتزوجها فله أجران ، ومؤمن أهل الكتاب الذي كان مؤمنا ثم آمن بالنبي ﷺ فله أجران ، والعبد الذي يؤدي حق الله وينصح لسيده .))

(صحيح بخاري ، رقم: ٣٠١١)

''تین آدمی ایسے ہیں جنھیں دوگنا اجر ملے گا: (۱) ایک وہ آدمی جس کے پاس لونڈی ہو، وہ اسے اچھی تعلیم دے، پھر اسے ادب سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے ازدواجی رشتہ قائم کرلے تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔ (۲) اہل کتاب میں سے وہ مومن جو پہلے بھی مومن تھا اور اب حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا تو اس کے لیے بھی دہرا اجر ہے۔ (۳) وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے آقا کا خیر خواہ بھی ہو۔''

۵۔ امامت وسیاست کا حق:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کی قراءت زیادہ جانتا ہو اور بےوجہ غلام کو جماعت سے نہ روکا جائے۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''سالم مولیٰ ابوحذیفہ مہاجرین اوّلین اور نبی اکرم ﷺ کے دیگر اصحاب کی مسجد قباء میں امامت کا فریضہ ادا کیا کرتے تھے اور مقتدیوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت ابوسلمہ، حضرت زید اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم بھی ہوتے۔''

الغرض آپ ﷺ نے ایسی معاشرتی وسماجی روایت کی بنیاد رکھ دی جس سے غلاموں کا سماجی و معاشرتی مرتبہ ورُتبہ بڑھ گیا اور بہ تدریج انسانی شعور نے غلام کے ادارے کے کلی قلع قمع کو قبول کرلیا اور آج صفحۂ ہستی سے انسانی تکریم کے منافی اس (Institution) کا خاتمہ ہوگیا۔

قیدیوں کے حقوق:

قرآنِ مجید نے قیدیوں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دی کیوں کہ اسلام میں کوئی بھی امرمخفی اذیت وتکلیف رسائی کے لیے روا نہیں، بلکہ اصل مقصود خیر ومعرفت کا فروغ ہے۔ آپ ﷺ نے قیدیوں سے حسن سلوک کی تعلیم دے کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ حسن سلوک سے قیدیوں کی اصلاح اور ان کے اسباب قید کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

قرآنِ مجید نے قیدیوں کے اس حق کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝﴾ [الدهر: ۸،۹]

''اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں:) ہم تو صرف اللہ کی رضا کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔''

آپ ﷺ نے غزوۂ بدر میں قید ہوکر آنے والے قیدیوں سے حسن سلوک کی نظیر اپنے اسوۂ حسنہ سے قائم فرمائی:

"عن عمرو سمع جابر بن عبدالله قال: لما كان يوم بدر أتي بأسارى وأتي بالعباس ولم يكن عليه ثوب، فنظر النبي ﷺ له قميصا فوجدوا قميص عبدالله بن أبي يقدر عليه فكساه النبي ﷺ إياه."

(صحيح بخاري، رقم: ۳۰۰۸)

''حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، اُنھوں نے فرمایا کہ جب جنگ بدر ہوئی تو کچھ لوگ قید کرکے لائے گئے جن میں عباس (بن عبدالمطلب) بھی تھے اور ان کے جسم پر کپڑا نہ تھا، حضور نبی اکرم ﷺ ان کے لیے قمیص تلاش کرنے لگے۔ لوگوں نے عبداللہ بن اُبی کی قمیص تلاش کرکے پیش کی جو ان کے جسم پر پوری آئی، حضور اکرم ﷺ نے وہی قمیص انھیں پہنائی۔''

الغرض انسانی معاشرے اور سماج کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کا احاطہ حضور نبی اکرم ﷺ نے انسانی حقوق کی تعلیم و تلقین کرتے ہوئے نہ کیا ہو۔ انسانی تہذیب اپنے ارتقا کی ہر منزل پر بنیادی حقوق کے حوالے سے سیرتِ نبوی ﷺ سے اخذِ ہدایت کی محتاج رہے گی۔



تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۴ آخری

حائضہ عورت کا قرآن کریم کی تلاوت کرنا

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف

پانچواں اور راجح مسلک:

پانچویں رائے اس مسئلے میں یہ ہے کہ حیض و جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا کراہت تحریمی نہیں، کراہت تنزیہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان حالتوں میں قرآن پڑھنے اور چھونے سے اجتناب بہتر ہے۔ تاہم پڑھ اور چھولیا جائے تو جائز ہے۔ یہ رائے دو لحاظ سے راجح ہے:

اولاً: جمہور علماء جو مطلقاً ممانعت کے قائل ہیں، ان کے پاس اپنے موقف کے اثبات کے لیے کوئی صحیح حدیث اور واضح نص نہیں ہے۔ جن احادیث سے استدلال کیا گیا ہے وہ سب ضعیف ہیں اور ایک آدھ حدیث جو صحیح ہے، محتمل المعنیٰ ہے، اس لیے وہ بھی نص صریح یا دلیل قاطع نہیں بن سکتی۔ اسی طرح امام بخاری، امام ابن حزم اور دیگر ائمہ، جو مطلقاً جواز کے قائل ہیں، ان کے پاس بھی کوئی واضح دلیل نہیں ہے، ان کا استدلال صرف عموم الفاظ پر مبنی ہے، اس لیے اس سے مطلقاً جواز کا مفہوم محل نظر ہے۔ کیوں کہ عموم کے باوجود حدیث میں ملتا ہے کہ نبی ﷺ نے قضائے حاجت سے فراغت کے بعد جب تک وضو نہیں کرلیا، سلام کا جواب دینا پسند نہیں فرمایا۔

(سنن ابوداود، حدیث نمبر:۱۷)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''یذکر اللہ علی کل احیانہ'' کے عموم کے باوجود نبی ﷺ نے بعض حالتوں میں محتاط رویہ اختیار کیا ہے، اس سے یقیناً کراہت تنزیہی ہی کا اثبات ہوتا ہے۔ کیوں کہ کراہت، جواز کے منافی نہیں، چنانچہ شیخ البانی ابوداود کی مذکورہ حدیث کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

''پیشاب سے فراغت کے بعد نبی ﷺ کا سلام کرنے والے کو یہ جواب دینا کہ ''میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ بغیر طہارت کے اللہ کا ذکر کروں۔'' یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جنبی کے لیے قراءتِ قرآن مکروہ ہے، اس لیے حدیث میں یہ بات سلام کا جواب دینے کے ضمن میں آئی ہے جیسا کہ ابوداود وغیرہ میں صحیح سند سے مروی ہے۔ پس قرآن تو سلام سے اولیٰ ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور کراہت، جواز کے منافی نہیں جیسا کہ معروف ہے، اس لیے اس حدیث صحیح کی وجہ سے کراہت والی رائے کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو یہ سب اقوال میں سے سب سے زیادہ انصاف پر مبنی رائے ہے۔'' (ارواء الغلیل)

آج کل ہر جگہ مدرسۃ البنات (بچیوں کے تعلیمی مدارس) عام ہو گئے ہیں، حفظ قرآن کے بھی اور دینی علوم کی تدریس کے بھی۔ مطلقاً ممانعت اور عدمِ جواز کے فتویٰ پر عمل سے ان مدارس میں پڑھنے والی طالبات اور پڑھانے والی استانیوں کو جو مشکلات پیش آسکتی ہیں، وہ محتاج وضاحت نہیں۔ یہ فقہی اصطلاح میں گویا عمومِ بلویٰ کی صورت پیدا ہوگئی ہے جس میں فقہاء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کی رائے:

غالباً اسی لیے عصر حاضر کے بعض ان کبار علماء نے بھی، جو عدم جواز کے قائل ہیں، مدارس دینیہ میں زیر تعلیم طالبات اور ان میں پڑھانے والی استانیوں کے لیے جواز کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس مسئلے میں علماء کا اختلاف جاننے کے بعد یہی بات زیادہ شایان ہے کہ یہ کہا جائے کہ حائضہ کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ قرآن کریم زبان سے نہ پڑھے، سوائے ضرورت وحاجت کے۔ جیسے کوئی استانی (معلّمہ) ہے، اس کے لیے طالبات کو پڑھانا اس کی ضرورت ہے یا امتحان کے موقع پر خود طالبات کی بھی امتحان دینے کے لیے قرآن کریم کا پڑھنا ایک ضرورت ہے یا اور اس قسم کی کوئی ضرورت ہو (تو حائضہ کے لیے قرآن کریم کا پڑھنا جائز ہے)۔''

(مجموع فتاوی ورسائل شیخ محمد بن صالح العثیمین: ۱۱/۳۱۱)

بنابریں یہ حالات اور ضروریات اس بات کی متقاضی ہیں کہ جواز کے فتویٰ کو تسلیم کیا جائے، بالخصوص جب کہ دلائل کے عموم سے اس کی تائید ہوتی ہے نہ کہ تردید۔ علاوہ ازیں جب کہ ممانعت کے دلائل بھی صحت واستناد کے اعتبار سے محلِ نظر ہیں، اس لیے زیادہ سے زیادہ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ حائضہ اور جنبی اگر اجتناب کر سکیں تو بہتر ہے، بہ صورت دیگر جواز سے مفر نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

قرآن مجید کو چھونے (ہاتھ لگانے اور ہاتھ سے پکڑنے) کا حکم:

گزشتہ دلائل سے واضح ہے کہ مومن ہر وقت پاک ہے حتیٰ کہ جنابت کی حالت میں بھی وہ پاک ہی ہوتا ہے۔ بنابریں اس کے لیے ہر وہ کام جائز ہے جس کی ممانعت نہیں آئی ہے، مثلاً: نماز کی بابت وضاحت ہے کہ وہ عدم وضو یا حالتِ جنابت میں نماز نہیں پڑھ سکتا تو نماز پڑھنا اس کے لیے یقیناً ممنوع ہے جب تک کہ وہ وضو یا غسل نہ کر لے لیکن قرآن مجید وہ پڑھ سکتا ہے کیوں کہ اس کی ممانعت کی بابت کوئی صریح اور صحیح حدیث ثابت نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کا چھونا یعنی اسے ہاتھ لگانا اور ہاتھ سے پکڑنا بھی جائز ہے، اس کے لیے وضو یا غسل ضروری نہیں، جیسا کہ اکثر علماء غسل کو (جنبی اور حائضہ) کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس کی دلیل میں وہ قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:

﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۝﴾ [الواقعة: ۷۹]

''اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں۔''

یعنی آسمانوں پر لوحِ محفوظ میں صرف فرشتے ہی اسے چھوتے اور وہاں سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں شیطان یا اس کے چیلے چانٹوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، جیسا کہ پہلے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بنابریں اس سے یہ استدلال صحیح نہیں کہ جنبی یا حائضہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتے، اس لیے کہ مومن اس حالت میں بھی پاک ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث:

((لا يمس القرآن إلا طاهر .))

''قرآن کو پاک شخص ہی چھوئے۔''

بہ شرطِ صحت یہ مطلوبہ مفہوم میں واضح نہیں، اس لیے کہ مومن پاک ہی ہوتا ہے، حدیث میں ہے:

((إن المؤمن لا ينجس .))

(صحيح مسلم، رقم: ۳۷۱)

''مومن ناپاک نہیں ہوتا۔''

ناپاک کون ہوتا ہے؟ صرف مشرک اور کافر:

﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ [التوبة: ۲۸]

''صرف مشرک ہی نجس ہیں۔''

اسی لیے نبی ﷺ نے دشمن (مشرکوں) کی سرزمین پر قرآن ساتھ لے کر جانے سے منع فرمایا ہے تا کہ وہ ان کے ناپاک ہاتھوں سے محفوظ رہے۔ بہرحال اس امر کی بھی کوئی واضح دلیل اور نص نہیں کہ جنبی یا حائضہ قرآن کو نہیں چھو سکتے۔

حافظ ابن حزم نے ''المحلی'' میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور مصحف کو چھونے کا اثبات کیا ہے، اسے ملاحظہ فرما لیا جائے۔

❁ جب حائضہ کے لیے قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے تو دیگر اوراد ووظائف اور اذکار وغیرہ پڑھنا، احادیث وتفاسیر اور دیگر دینی کتب ورسائل کا مطالعہ کرنا بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا۔

❁ حائضہ عورت مسجد میں داخل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس کی بابت علماء کے پانچ قول ہیں، اکثر علماء عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء جواز کے۔

قائلین جواز کے دلائل حسب ذیل ہیں:

①......مومن پاک ہی ہوتا ہے، ناپاک نہیں۔ جب ایسا ہے تو اسے مسجد میں داخل ہونے سے کس طرح روکا جاسکتا ہے؟

②......اہل صفہ اور اصحابِ رسول ﷺ و رضی اللہ عنہم مسجد میں سو بھی جاتے تھے اور نیند کی حالت میں احتلام کا خطرہ رہتا ہے، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو مسجد میں سونے سے منع نہیں فرمایا، جس سے جُنبی وغیرہ کا مسجد میں دخول کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

③......ازواج مطہرات مسجد نبوی ہی میں اعتکاف بیٹھا کرتی تھیں، وہاں ان کے حائضہ ہونے کا امکان رہتا تھا، اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

④......ممانعت کی حدیث:

((فإني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب .))(سنن أبي داود، رقم: ٢٣٢)

''میں حائضہ اور جنبی کے مسجد میں داخلے کو جائز قرار نہیں دیتا۔''

سنداً ضعیف ہے (شیخ البانی رحمہ اللہ) جیسا کہ پہلے بھی تفصیل گزری۔ اس لیے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

⑤......نمازِ عید کے اجتماع میں عورتوں کی شرکت کی جس حدیث میں تاکید کی گئی ہے، اس میں ہے:

((ويعتزل الحيض المصلى .))

(صحيح بخاري، رقم: ٣٢٤)

''حائضہ عورتیں مصلیٰ سے الگ رہیں۔''

ان علماء کے نزدیک یہاں ''مصلّٰی'' سے مراد مسجد (جائے نماز) نہیں بلکہ نماز ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ کی نمازِ عید مسجد میں نہیں بلکہ کھلی فضا میں ہوتی تھی، اس لیے مصلیٰ کو جائے نماز سمجھنا صحیح نہیں، اسی طرح قرآن کی آیت:

﴿وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ﴾[النساء: ٤٤]

میں جنبی کو صرف گزرنے کی اجازت دی گئی ہے ٹھہرنے کی نہیں۔ لیکن یہ حکم جنبی کے لیے ہے، حائضہ کو جنبی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ جنبی فوری طور پر پاک ہوسکتا ہے لیکن حائضہ کا پاک ہونا اس کے اختیار میں نہیں ہے۔



بقیہ: صنم خانے کے مکین کا ملتِ اسلامیہ کو انتباہ

راہنما ہیں۔ ایک مسلک کے لوگ چاہتے ہیں کہ شام میں گلی گلی لڑائی ہو اور ملک تباہی کی جانب بڑھے، دوسرے وہ جو سعودی عرب، کویت اور بحرین میں یہی حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی عراق میں اس جنگ کو ہوا دے رہا ہے تو کوئی ایران میں۔ یہ جو مسجدوں اور مدرسوں میں چودہ سو سال سے قرآن وحدیث پڑھتے اور پڑھاتے آئے ہیں، اُنھوں نے یہ کہاں سے سیکھا ہے کہ پوری اُمت ریاستوں میں تقسیم کی جائے۔ کیا ان ملکوں کی حدود، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت میں شامل ہیں؟ یہ اس اُمت کو ایک اُمت ہونے کا درس کیوں نہیں دیتے؟ جن لوگوں نے مغرب میں آج سے کئی دہائیاں پہلے ایک یورپی یونین کا خواب دیکھا تھا اس وقت دنیا اسے دیوانے کی بڑ سمجھتی تھی، آج یورپی یونین ایک حقیقت ہے۔ ہمارے علماء تو اتحاد کا خواب بھی نہیں دیکھتے۔ جہاں ایک مسلک کا ظالم حکمران ہے اس مسلک والے اُس کی حمایت کرتے ہیں اور جہاں دوسرے مسلک کا ظالم حکمران ہے وہاں اس مسلک والے اس کے حامی بن جاتے ہیں، لیکن شاید یہ نہیں جانتے کہ مسلکی منافرت کی آندھی میں جبہ و دستار ہوا میں اُڑتے ہیں اور عمامے خون میں رنگین ہوا جایا کرتے ہیں۔

(بہ شکریہ روزنامہ ''دنیا'' لاہور، ۲۹ مارچ ۲۰۱۴ء)

خدمات علمائے اہل حدیث

ردّ قادیانیت میں حضرت الامام مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی تقریریں

محمد اشرف جاوید، فیصل آباد

فتنہ قادیانیت کی سرکوبی میں علماء اہل حدیث کو اوّلیت حاصل ہے۔ جیسے ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے پر نکالے، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اس کے عقائد ونظریات کو جمع کر کے بلا امتیاز علماء ہند سے ایک فتویٰ لیا۔ اس فتوے کا آنا ہی تھا کہ مرزا بوکھلا گیا اور اس نے ہزار جتن کیے مگر تیر نشانے پر لگ چکا تھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے اپنی پوری زندگی اسی مشن میں صرف کر دی اور اس دور میں اپنے رسالے ''اشاعۃ السنۃ'' کا رُخ اس فتنے کی سرکوبی کی طرف موڑ دیا۔ ان کی زندگی میں حضرت فاتح قادیان شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری پورے جلوے سے میدان میں اُترے اور اُنھوں نے اپنے ساتھ ایک جماعت کو تیار کیا جن میں مولانا عبداللہ معمار، مولانا حبیب اللہ، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا عبدالعزیز ملتانی، مولانا عبدالعزیز (ڈیرہ غازی خاں) اور مولانا محمد عبداللہ ثانی وغیرہ رحمہم اللہ شامل تھے۔

مولانا کے دست راست امام العصر حضرت حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ تھے جو اُن کے ساتھ دن رات دین اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے۔ مولانا میر صاحب کی خدمات جلیلہ گراں قدر ہیں اور قابل صد افتخار ہیں۔ اس مضمون میں مولانا کی ردّ قادیانیت پر تقریروں میں سے چند علمی تقریروں کا تذکرہ مقصود ہے جنھیں ایک مدت گزر چکی ہے اور شائد بہت کم لوگ اس کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔ تقریروں سے پہلے ایک مباحثے کا حال پڑھ لیجیے:

جہلم میں قادیانی جماعت کی شکست:

''یہ مباحثہ حضرت العلام محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مرزائی مولوی مبارک علی کے مابین ہوا جس کی تفصیل ہم قارئین کی نذر کر رہے ہیں کہ مرزا کے ایک حواری مولوی مبارک علی جہلمی مرزائیوں کی حسب الطلب جہلم میں نازل ہوئے۔ اہل اسلام نے سیالکوٹ سے مولوی محمد ابراہیم (میر سیالکوٹی) کو بلا لیا جو مولوی مبارک علی کے پرانے واقف کار تھے اور مولوی کرم الدین بھی اتفاق حسنہ سے تشریف لے آئے۔ دونوں صاحبوں نے مولوی مبارک علی کو مباحثہ کی دعوت دی۔ مقام مباحثہ عید گاہ اور تاریخ ۲۶/اگست ۱۹۰۲ء قرار پائی۔ تاریخ مقرر پر عید گاہ میں فریقین جمع ہوئے اور تحصیل دار منشی غلام حیدر صاحب مع بابو دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر پولیس انتظام اور امن رکھنے کے لیے تشریف لائے۔ مباحثہ ہونے سے پیشتر مولوی مبارک علی مرزائی نے عربی زبان میں کچھ فقرے پڑھے اور حیات مسیح پر ثبوت طلب کرنے کے علاوہ جواب عربی زبان میں مانگا۔ علامہ ابوالفضل (میر سیالکوٹی) نے مرتجلاً عربی میں جواب دیا اور بیان فرمایا کہ آپ نے اپنی عربی اعراب کی اس قدر صریح غلطیاں کی ہیں جو ''نحو میر'' (علم نحو کی ایک کتاب) پڑھنے والے طالب علم بھی نہ کریں۔ اور چند غلطیاں بہ حوالہ صرف ونحو بیان فرمائیں۔ مرزائی اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ آخر کار مباحثہ شروع ہوا اور مباحثے کے لیے شرائط قرار پائے۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی مبارک علی کی امداد

کے لیے مولوی برہان دین جہلمی اور مسلمانوں کی طرف سے مذکورہ صدر علماء تھے۔ پہلے مولوی محمد ابراہیم نے حیات مسیح کے متعلق آیات بینات واحادیث نبویہ سے ثبوت پیش کیے اور قرار پایا کہ ۲۷/اگست ۱۹۰۲ء یعنی دوسرے روز مولوی مبارک علی صاحب اس کا جواب دیں۔ مگر ۲۷/اگست کو مولوی مبارک علی صاحب پہلے تو کچھ اور عذر پیش کرتے رہے اور آخر کہا بھیجا کہ بخار چڑھ جانے کے باعث مجبور ہوں۔ راجہ خان بہادر خاں صاحب، ایڈ لکانگ (حضور وائسرائے ہند)، چودھری غلام قادر صاحب (سب رجسٹرار) اور سردار دیوی سنگھ (ڈپٹی انسپکٹر پولیس) مولوی مبارک علی کے مکان پر تصدیقِ بیان کے لیے گئے تو معلوم ہوا کہ بخار تو نہیں مگر بخار کا بہانہ کر کے لحاف اوڑھے پڑے ہیں۔ چوہدری صاحب نے کہا: آپ کو بخار بالکل نہیں، ڈاکٹر صاحب کو بلا کر تصدیق کرا سکتا ہوں اور فیس بھی اپنی جیب سے دوں گا مگر مولوی صاحب نے منظور نہ کیا۔ آخر تینوں صاحب عید گاہ میں واپس آئے اور مولوی صاحب کے بہانے کا حال بیان کر دیا۔''

(ضمیمہ ''شحنہ ہند'': یکم اکتوبر ۱۹۰۲ء، ص: ۳۰۱)

اب مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی چار تقریروں کے اقتباسات ملاحظہ فرمایئے اور ان کی علمیت کی داد دیجیے!

اجلاس دوم (۱۹ مارچ ۱۹۲۱ء) بعد نماز عصر

تقریر نمبر (۱):

پہلے مولوی قاری محمد طیب دیوبندی صاحب نے خوش الحانی سے ایک رکوع تلاوت فرمایا۔ اس کے بعد مولانا میر صاحب نے حمد وصلاۃ کے بعد اپنی تقریر ان آیات سے شروع کی:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ........وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾[النساء: ۱۵۵-۱۵۹]

''کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے شرکت جلسہ کی توفیق بخشی۔ سابقہ جلسہ میں اس لیے حاضر نہ ہو سکا کہ بمبئی میں تھا۔ اس دفعہ بھی بنگال جانے والا تھا کہ اطلاع پہنچی، حاضر ہو گیا ہوں۔ درحقیقت جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

صاحبان! حیات مسیح علیہ السلام قبل نزول کا مضمون میرے متعلق کیا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو بات قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائے وہ ماننی چاہیے۔ میرا مضمون دو جزوں پر مشتمل ہے: مسئلہ صلب اور مسئلہ رفع سماوی۔ یعنی آیا عیسیٰ صلب (سولی) پر چڑھائے گئے یا نہیں اور آیا آپ کی ہجرت کشمیر میں کرائی گئی یا آسمان پر۔ قلّت وقت کے باعث آج صرف صلیب پر تقریر کروں گا اور رفع کی بابت گفتگو کل پھر کروں گا۔ صلیب کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو پکڑوایا اور سولی چڑھا دیا اور آپ کے بدن پر میخیں لگائیں۔ یہودی ایسا کہتے ہیں اور مسیح علیہ السلام کا مرجانا تسلیم کرتے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کا قول ہے کہ مسیح صلیب پر مرا نہیں بلکہ اس کے بعد کشمیر محلّہ خانیار میں جا کر مرے۔ اور میں ثابت کروں گا کہ نہ وہ قتل ہوئے، نہ وہ سولی پر چڑھے اور نہ ہجرت کر کے کشمیر کو گئے۔ بلکہ یہودیوں کی دست برد سے پہلے ہی آپ صحیح وسلامت آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔ میں اپنے دلائل قرآن سے دوں گا اور مخالف کا دار ومدار اناجیل پر ہے۔

اناجیل بالاتفاق شہادت دیتی ہیں کہ مسیح کو جب پکڑنے آئے تو آپ کے سب شاگرد بھاگ گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تواتر قومی اس کی دلیل ہے۔ حالانکہ تواتر کے لیے شرط

ہے کہ آخری درجہ اس کا شہادت عینی ہو۔ عام لوگ تواتر اور افواہ میں فرق نہیں کرتے ۔ کوئی حواری مسیح کے صلیب پر چڑھانے کی چشم دید شہادت نہیں دیتا۔ (دیکھو انجیل مرقس، باب: ۴، آیت: ۵۰۔ متی، باب: ۲۶، آیت: ۵۶) سب کے سب حواری آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

مرقس تابعین میں سے ہے، متی حواری ہے۔ مگر اس نے یہ کتاب نہیں دیکھی۔ اس واقعہ کا انجیلوں میں سخت اختلاف ہے۔ اس کے بعد مسیح کے یہودا اسکریوطی کے تیس روپے رشوت لے کر پکڑوانے کا ذکر کیا اس میں بھی اختلاف موجود ہے۔ انجیل برنباس میں لکھا ہے کہ یہودا نے پیسے لے کر حضرت مسیح کو شناخت کرایا۔ لیکن اسی کتاب کے برخلاف یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے کہ جب مسیح کو پکڑنے گئے تو خود مسیح نے کہا: میں ہوں۔ یہاں نہ حواری کا ذکر ہے، نہ اور کچھ۔''

اس کے بعد مولانا نے انجیلوں میں بے شمار اختلاف دکھاتے ہوئے کہا:

''جب ہر ایک انجیل میں اس قدر تناقض موجود ہو کہ ایک روایت دوسری روایت کے منافی ہو تو اہل علم کے نزدیک کیونکر قابل قبول ہوسکتی ہے! اب قرآن کریم کو لیجیے کہ یہود کا عیسیٰ علیہ السلام تک ہاتھ بھی نہیں پہنچا۔

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ.... إلخ﴾ یہ ہیں ان پر لعنت کے اسباب! ان میں بعض یہود کے اقوال ہیں، بعض افعال: عہد توڑنا، آیات سے انکار کرنا، بہتان لگانا، عمل سے عقیدہ سے۔ خداوند کریم نے مجرد قول کو لعنت قرار دیا جو اُنھوں نے کہا: ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ اور اس کو زیادہ واضح کرنے کے لیے فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ کہ فعل قتل اور صلیب دونوں کی نفی کر دی۔ قرآن کریم کی یہ ترتیب اور بندش الفاظ بلا فائدہ نہیں۔ صرف ﴿قَتَلُوهُ﴾ پر بس نہیں کہا مگر اللہ کو علم تھا کہ تیرہ سو سال کے بعد کوئی شخص ایسا پیدا ہوگا جو یہ کہے گا کہ قتل نہیں ہوئے، صلیب دیے گئے۔ لہٰذا اس کی بھی اس میں تردید کر دی۔ ہاں، تو پھر وہ کون تھا؟ جب کہ عیسیٰ علیہ السلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے۔ وہ ﴿وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ میں مذکور ہے، یعنی جسے عیسیٰ علیہ السلام جیسا بنایا گیا۔

عیسائی مذہب کو چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مدد ملتی ہے اور وہ اس کو کفارہ بیان کرتے ہیں، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ گئے۔ انگلستان کا فاضل ''جارج سیل'' اس کے متعلق کہتا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بتائی ہے۔ مگر یہ غلطی پر ہیں کیوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عیسائیوں کے بہت سے فرقے یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر نہیں چڑھے بلکہ ان کی بجائے کوئی اور سولی پر چڑھا۔ اس وقت آپ نے بہت سے فرقوں کے نام گنوائے جو اس کے قائل ہیں کہ کوئی اور ہم شکل سولی پر چڑھا۔ چونکہ اس بارے میں خود ابتدا سے عیسائیوں میں اختلاف ہے۔ پس ان کا تواتر قومی نہ ہوا۔ یہی قرآن کہتا ہے اور یہی حق ہے کہ نہ وہ قتل ہوئے نہ سولی چڑھے۔ بلکہ: ﴿بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ اس کی تفسیر کل کروں گا، ان شاء اللہ۔''

تقریر نمبر (۲):

تحمید و تشہد کے بعد مولانا نے فرمایا:

''صاحبان! میرے مضمون کا عنوان ہے: ''رفع عیسی علیہ السلام إلى السماء''، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھایا جانا۔ اور یہ ثابت کرنا ہے کہ بعینہٖ وہی عیسیٰ علیہ السلام جو پہلے بنی اسرائیل میں رہ کر وعظ کر چکے ہیں، وہی پھر نازل ہوں گے۔ ان کا نزول عین ہے، بروزی یا ظلی نہیں۔ مرزائی کہتے ہیں کہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھ کر

عیسویت کو مدد دیتے ہو۔ہم ان کو مار کر عیسائیوں کو ان کا نقصان دکھاتے ہیں۔مگر یہ ایک مغالطہ ہے۔عیسائی ماننے والے کہتے ہیں کہ وہ سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہ کے لیے کفارہ ہو گئے۔مگر ہم کہتے ہیں کہ مسیح سولی پر چڑھے ہی نہیں تو پھر کفارہ کیسا؟

مرزا قادیانی (چشمہ معرفت،ص:۲۵۵،خزائن:۲۳/۲۶۶) لکھتے ہیں کہ ''عیسائیوں کی کتابیں قابل استناد نہیں۔'' پھر وہ اثباتِ مصلوبیت کے لیے اناجیل سے کیوں دلیل پکڑتے ہیں! قرآن شریف میں مذکور ہے:﴿اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾[المائدۃ:۱۱۰] (یاد کر عیسیٰ وہ وقت جب دور رکھا میں نے تجھ سے بنی اسرائیل کو) وہ کون سا وقت ہے؟ مگر واقعہ صلیب درست ہوتا تو اس طرح آیت نازل نہ ہوتی۔یاد رکھو قرآن کی بندش بھی ایک معجزہ ہے۔﴿كَفَفْتُ﴾ سے ثابت ہے کہ یہود کے ہاتھ بھی مسیح تک نہیں پہنچے۔وفات مرزا کے ایک دن پہلے میں نے ''احمدیہ بلڈنگ لاہور'' کے سامنے اسی موضوع پر وعظ کیا تو مولوی نور الدین و محمد احسن صاحب نے مشورہ کیا۔اس وقت کا حال لوگوں کو معلوم ہے۔''

اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ایک حدیث مشکاۃ کی پڑھی جس میں مذکور ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام زمین پر صرف پینتالیس (۴۵) سال رہیں گے، نکاح کریں گے، ان کی اولاد ہو گی، پھر فوت ہو کر پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے:

''اس حدیث کو مرزا قادیانی نے بھی مانا ہے، چنانچہ کہتا ہے: ((یتـــزوج)) سے مراد محمدی بیگم کا نکاح ہے اور اس کی اولاد مراد ہے۔(انجام آتھم)

''آپ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے پاس دفن ہونا فرماتے ہیں اور مرزا قادیانی مرتے ہیں لاہور میں اور دفن ہوتے ہیں قادیان میں! ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی حضرت مسیح نہ تھے، ورنہ قادیان دفن نہ ہوتے۔نیز یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مدفون ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے ساتھ مکان میں چار قبریں ہوں گی۔جو لوگ حج کو گئے ہیں روضۂ اطہر کی جالیوں سے اُنھوں نے دیکھا ہو گا کہ مقبرہ مبارک میں تین قبریں موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ایک قبر کی جگہ ہنوز خالی ہے۔''

قتل مسیح کے متعلق فرمایا:

''فعل قتل کا تعلق جسم سے ہے نہ کہ روح سے اور خدا کہتا ہے: ﴿مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ﴾ ''یہود اُن کو قتل نہیں کر سکے اور صلب بھی نہیں کر سکے۔'' بلکہ اپنی طرف اُٹھا لیا۔مرزا قادیانی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ کی تقریر کرتے ہوئے (ازالہ اوہام، ص:۲۶،خزائن:۳/۲۳۵) ان کی روح کا اُٹھایا جانا مانتے ہیں اور ہم روح مع الجسم۔اس کا آسان فیصلہ اس پر غور کرنے سے ہو سکتا ہے کہ یہود کا دعویٰ کیا تھا۔روح کو قتل کرنے کا یا جسم کو؟

امام بیہقی کی ''کتاب الاسماء'' میں ہے: ((كيف أنتم إذا نـزل ابـن مريم من السماء؟)) ''اے میری اُمت کے لوگو! اس وقت تمھارا کیا حال ہو گا جب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اترے گا؟'' گویا نازل ہونے سے آسمان پہ چڑھنا خود ثابت ہے۔''

لطیف نکتہ:

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے بہت سے علمی نکتے بیان کیے، چنانچہ فرمایا:

''اس میں ﴿بَلْ﴾ نفی کرتا ہے اس فعل کی جو اس کے ماقبل

ہے، مثلاً: کوئی کہے: ”زید نے بکر کو مارا نہیں بلکہ روٹی کھلائی۔“ روٹی کھلائی اور مارنا دو امر میں اس کا مذہب ہے کہ ”بل“ مارنے کی نفی کرتا ہے اور روٹی کھلانے کی تصدیق کرتا ہے، جیسا کہ فرمان ہے: ﴿قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ﴾ [الأنبياء:٢٦] نیز: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ [المؤمنون:٧٠] نبی کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ اس کو سودا ہو گیا۔ خدا فرماتا ہے: ہرگز نہیں بلکہ وہ حق لے کر آیا ہے۔ جو حق لے کر آئے مجنون نہیں ہوسکتا۔ ﴿بَلْ﴾ نے جنون کی نفی کر کے ﴿بِالْحَقِّ﴾ کو ثابت کیا ہے۔ اب اچھی طرح سمجھو کہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ بعد میں ہے اور ﴿مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ پہلے ہے۔

مرزا قادیانی نے ”ازالہ“ میں جمع کے صیغے عزت کی موت کے کیے ہیں۔ دوسری جگہ (ص: ۲۶۷، خزائن: ۳/۲۳۵) روح کا اُٹھانا لکھا ہے۔ دونوں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ہاں، یہ اعتراض بھی ہوا کرتا ہے کہ دوسرے نبیوں کو خدا نے زمین پر بچایا تو ان کو آسمان پر کیوں اُٹھایا؟ جواب: خدا کے فیوض ہر انسان پر مطابق اس کے مادہ فطری کے ہوتے ہیں، مثلاً: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آگ کی صورت میں خدا کی تجلی ظاہر ہوئی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش چونکہ نادر ہے، اس لیے ان میں ایسی خصوصیات ہیں جو نادر ہیں، یعنی عیسیٰ علیہ السلام نفخ جبرائیل سے پیدا ہوئے۔ اس لیے جہاں ان کا وطن ہوگا وہیں ہجرت کریں گے۔

اگر کہا جائے کہ آدم کی طرح پیدائش کی کوئی اور مثال دکھاؤ تو کیا بتاؤ گے؟ محض مرد سے کوئی پیدا ہوا ہو تو حضرت حوا کا پیدا ہونا کس کو سمجھاؤ گے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کا حدوث خود شہادت ہے۔ خدا قادر ہے ہر طرح کرنے پر مگر وہ سب کچھ اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ کیوں کہ فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تمھاری جگہ فرشتے پیدا کر دوں۔ جیسا کہ مریم علیہا السلام کے بطن سے ایک بن باپ پیدا کیا۔“

اس کے بعد اس اعتراض کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کھاتے پیتے کہاں سے ہیں؟ کا جواب دیتے ہوئے کہا:

”معلوم سے مجہول کی طرف جایا جاتا ہے۔ جس نے آسمان پر اُٹھایا، ان باتوں کا انتظام اس پر شاق نہیں۔“

مولانا نے ہر بات کو عالمانہ طریق پر مفصل بیان کیا۔ آپ کی تقریر ختم ہونے پر مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اُٹھ کر یہ شعر پڑھا ؎

اثر بھلانے کا پیارے تیری زبان میں ہے
کسی کے ہاتھ میں جادو تیری زبان میں ہے

تقریر کا اثر:

اس وقت جناب بابو فقیر محمد خان (سب پوسٹ ماسٹر، ساکن: قصبہ شہباز، ضلع کرنال) نے مرزائیت سے توبہ کی اور کہا کہ میں نے مرزا قادیانی کی کتابوں کا بہ کثرت مطالعہ کیا مگر جس قدر دیکھا اسی قدر زیادہ عقائد فاسدہ سے انھیں ملوث پایا۔

ان کے ساتھ اور بھی بعض لوگ تائب ہوئے۔

مولوی ظفر الحق (عربی ٹیچر، بٹالہ) کا بیان:

انھوں نے کہا کہ کل مولانا ابراہیم صاحب نے احمدی دوستوں کو مناظرے کے لیے چیلنج دیا تھا۔ انجمن اسلامیہ قادیان کو مناظرے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ان کی اصلاح کافی ہو چکی ہے۔ ہاں، اس کو ضرورت ہے تو یہ کہ احمدی دوست آ کر سن جائیں اور اگر وہ مناظرہ کرنا چاہیں تو بہ مقام بٹالہ۔ دوسرے احباب کے مشورے سے حکام سے اجازت حاصل کر لی جائے گی۔ اس میں مولانا ثناء اللہ، مولانا محمد ابراہیم کے علاوہ بیس آدمی اور احمدی جماعت کے بیس آدمی، جملہ چالیس آدمیوں کا خرچ ہم لوگ ایک ہفتہ کے لیے اپنے ذمہ لیں گے۔ اگر ایک ہفتے میں تصفیہ نہ ہو تو پھر دوسرے اور تیسرے ہفتہ کے

لیے انتظام کیا جائے گا۔

تقریر نمبر (۳):

آپ نے فرمایا:

''نماز عصر کا وقت قریب ہے، لہٰذا ختم نبوت پر مختصراً کچھ بیان کروں گا۔ صاحبان! اگرچہ لاہوری جماعت تو نہیں مگر قادیانی جماعت مرزا قادیانی کو نبی مانتی ہے۔ وہ کہتی ہے: ختم کے معنی ہیں مہر لگا دینا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ اپنی پابندی کی مہر لگائیں وہ نبی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان کا قول ہے کہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس کا مطلب انعام والے لوگ: نبی، صدیق، شہید، صالح ہیں۔ اگر نبی نہیں ہو سکتا تو دعا کیوں مانگتے ہو۔ جو کامل تابع داری کرے، نبی ہو سکتا ہے۔ مرزا قادیانی بھی فنافی الرسول ہو کر نبی ہو گئے۔

یہ مغالطہ ہے۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ کا مطلب و منشا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے راستے پر قائم رکھ، نہ کہ نبوت کا منصب عطا کر۔ سب جانتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کامل تابع دار تھے۔ غزوۂ تبوک میں جب حضرت محمد ﷺ تشریف لے چلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر کے انتظام کے لیے رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کوئی عورت ہوں جو مجھے جنگ میں جانے سے روکا جاتا ہے! حضور ﷺ نے فرمایا:

((أما ترى يا علي! أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى .))

''اے علی! تُو راضی نہیں کہ تیری میری نسبت ہارون و موسیٰ کی ہو۔''

وہ نسبت کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چلے ہیں تو حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ مقرر کر گئے تھے۔ اسی طرح تبوک میں جاتے ہوئے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ چونکہ خدا کو معلوم تھا کہ ایک زمانے میں کوئی کہنے والا ہوگا کہ کامل تابع داری سے نبی بن سکتا ہے، اس لیے کہہ دیا:

((إلا أنه لا نبي بعدي .))

''اے علی! تم خلیفہ ہو اور جان لو کہ نبی میرے بعد کوئی نہیں ہوگا۔''

مرزائیوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے یا نبی ہو کر؟ اگر کہو: معزول ہو کر تو نبی معزول نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پہلے کی ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کی۔ عربی زبان کے قاعدے کے مطابق معنی یہ ہیں کہ کوئی نبی میرے بعد نہیں ہوگا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں بنیں گے، عیسیٰ علیہ السلام پہلے سے نبی ہیں۔

ایک اور شبہ وارد کرتے ہیں کہ جب پہلے نبی آتے رہے تو اب کیوں نبوت بند ہو گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باران رحمت ضرورت کے وقت ہوا کرتی ہے، چنانچہ نبی کبھی یکے بعد دیگرے آئے اور کبھی ایک ہی زمانے میں کئی کئی آئے۔ چونکہ تکمیل شریعت ان کے زمانے میں نہیں ہوئی، اس لیے ضرورت رہی۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لیے کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ [المائدة:٣]

''آج کے دن دین کامل کر دیا [اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا]۔''

اس لیے کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ ہمارے نبی چودھویں رات کے چاند ہیں جو کامل ہیں۔''

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ ''ابھی میری بہت سی باتیں باقی

ہیں، وہ آئے گا اور پوری کرے گا۔'' سو تکمیل شریعت کے لیے حضرت آئے۔

دوسری وجہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت عام ہے:

﴿ قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾

[الأعراف: ۱۵۸]

''اے لوگو! میں تم سب کے لیے رسول بن کر آیا ہوں۔''

جیسا کہ تمام دنیا کے لیے آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو پھر کسی جدید نبی کی ضرورت نہ رہی۔ پہلے پیغمبر خاص علاقہ اور خاص قوم کے لیے آیا کرتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ ساری دنیا کے لیے آئے۔

تیسری صورت یہ کہ نبیوں کے بعد ان کی کتابوں میں تحریف ہو جاتی تھی، اس لیے اصل دین کو واضح کرنے کے لیے خدا اور نبی بھیج دیتا۔ مگر قرآن میں ذرا بھی تحریف نہیں ہوئی اور نہ ہوگی کیوں کہ اس کی حفاظت کا وعدہ خود خدا نے کیا ہوا ہے۔ جس کو آج تیرہ سو سال سے اوپر عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہم ویسا ہی صحیح اور مکمل دیکھ رہے ہیں۔ اس لیے نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد (ازالہ اوہام،ص: ۷۳،۷۴،۷۷، خزائن: ۳/ ۱۳۸،۱۳۹،۱۴۰) کے حوالے سے ایک عربی عبارت آپ نے پڑھی جس کو مرزا قادیانی نے قرآن کی آیت بتلاتے ہوئے لکھا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

''حالانکہ (یہ عبارت) قرآن میں کہیں نہیں ہے۔ خدا کے فضل سے میں بھی قرآن مجید کا حافظ ہوں اور بھی حافظ یہاں بیٹھے ہیں، بتلائیں کیا آپ نے قرآن پاک میں کہیں دیکھا ہے؟ سب نے کہا: قرآن میں کہیں نہیں ہے: ''إنا أنزلناه قريباً من القاديان.'' ہاں، مرزا قادیانی والے قرآن میں ہو تو ہو!''

قادیان میں مرزا کے آخری فیصلے پر چیلنج

تقریر نمبر (۴):

''صاحبان! مرزائیوں کی طرف سے قسموں کے متعلق جو انعامی اشتہارات شائع کیے گئے ہیں، یہ سب دکھاوا ہیں کیوں کہ جب ہم: مولوی ثناء اللہ اور ابراہیم وغیرہ علماء یہاں قادیان میں موجود ہیں اور باوجود اس کے کہ مرزا قادیانی اور مولوی ثناء اللہ کے درمیان آخری فیصلہ ہو چکا ہوا ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی مزید تصفیے کی ضرورت نہیں لیکن اگر ان کی اب بھی تسلی نہیں ہوئی تو ہم تیار ہیں، جہاں چاہیں اور جس سے چاہیں مناظرہ کر لیں۔

صاحبان! قسم کے الفاظ میں جو یہ بیوی بچوں کو ساتھ شامل رکھنا چاہتے ہیں، ان کو واضح ہونا چاہیے کہ یہ ان کے پیشوا کے اُصول کی خلاف ورزی ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب مرزا قادیانی نے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ ''آخری فیصلہ'' کے عنوان سے اشتہار دیا اور اس میں لکھا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے گا۔ اس وقت مرزا قادیانی کا لڑکا ''مبارک احمد'' کم سنی کی حالت میں مر گیا تھا۔ اس پر مرزا قادیانی نے کہا کہ بعض لوگ جو اس کو نشان قرار دیتے ہیں، ان کی غلطی ہے۔ میرا لڑکا دعا کے الفاظ میں شامل نہ تھا۔ جس پر مرزا قادیانی کے نزدیک بیوی بچوں کی شمولیت ضروری نہیں تو پھر یہ کیوں شرط لگائی جاتی ہے کہ مولوی صاحب اپنے اہل وعیال کو بھی شامل کریں!''

اس کے بعد جنگ اُحد میں حضور ﷺ کے دندان مبارک کے شہید ہونے کا ذکر کیا اور پھر کہا:

''خدا فرماتا ہے کہ نبی ضلعوں میں ہوتا ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نبی ہوئے جو ضلع تھا۔ بخلاف اس کے قادیانی ہی ایک گاؤں میں ہوا ہے جو اس وقت تک ضلع نہیں ہے۔''

(باقی صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

نقطۂ نظر

صنم خانے کے مکیں کا ملتِ اسلامیہ کو انتباہ

اوریا مقبول جان

جس ملک کا یہ سچا اور کھرا شخص ۲۶ جون ۲۰۱۲ کو مسلمانوں کے خلاف ہونے والی مغرب کی سازشوں سے پردہ اُٹھارہا تھا، اسی ملک نے جنگ عظیم اوّل کے بعد عالمی طاقتوں کے ساتھ مل کر مشرق وسطیٰ میں ایک چھوٹا سا ملک اس طرح تخلیق کیا تھا کہ اس میں ہر وقت فساد اور کشت وخون کا ہولناک سلسلہ جاری رہے۔ آزاد کرنے سے پہلے اس کا آئین مرتب کیا گیا جس میں صدارت کا حق دار انتہائی مختصر اقلیت سے تعلق رکھنے والا عیسائی، وزیراعظم سنی مسلمان اور سپیکر کا عہدہ شیعہ مسلمان کے لیے وقف کیا گیا۔ یہ ملک لبنان ہے جس کی سرحدیں اسرائیل کے ساتھ ملتی ہیں۔ اسی ملک میں فلسطینی مہاجرین آج بھی صابرہ اور شطیلہ کے کیمپوں میں بدترین زندگی گزار رہے ہیں۔ اس ملک نے کئی دہائیاں کشت وخون اور جنگ وجدل میں گزارے۔ آج سے دو سال قبل برطانیہ کے زیر تسلط سکاٹ لینڈ کے شہر ڈنڈی میں پیدا ہونے والا جارج گیلوے اسی ملک کے شہر بیروت میں مسلم اُمت کو آگاہ کر رہا تھا کہ ایک طوفان تمھاری جانب بڑھ رہا ہے جسے پوری مغربی دنیا نے ایک سوچے سمجھے منصوبے سے تیار کیا ہے۔ ساٹھ سالہ جارج گیلوے یکم مئی ۱۹۸۷ء سے برطانوی پارلیمنٹ کا رکن چلا آرہا ہے اور اس نے مغرب، یہودیت، صہیونیت، امریکی استعمار اور نام نہاد لبرل سیکولر میڈیا کے خلاف علم بغاوت بلند کررکھا ہے۔ لبرل سیکولر میڈیا کا یہ دستور ہے کہ جب وہ کسی شخص کے کردار میں کوئی خامی تلاش نہ کرسکے، اس کی گفتگو اور دلائل کے سامنے اس کی زبانیں گنگ ہو جائیں تو پھر وہ بے بنیاد اور جھوٹے الزامات کا آغاز کر دیتا ہے، گالی گلوچ پر اتر آتا ہے اور مخالف کو بدکردار و بددیانت ثابت کرنے کی مہم کا آغاز کردیتا ہے۔

اس شخص نے ۱۹۹۱ء میں عراق پر امریکی حملے کی مخالفت سے مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا شروع کی۔ جب اس جنگ کے بعد عراق پر پابندیاں لگیں تو اس نے مریم اپیل (Mariam Appeal) کے نام پر ایک مہم کا آغاز کیا جس کا مقصد عراق کے عوام کو دوائیاں، طب کا ساز وسامان اور طبی امداد پہنچانا تھا۔ یہ مہم اس بچی کے نام سے منسوب کی گئی جسے جارج گیلوے عراق سے خون کے کینسر کے علاج کے لیے برطانیہ لایا تھا۔ گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد اس نے جنگ بند کرو اتحاد (Stop the war Coalition) کا آغاز کیا اور تقریروں، جلسوں اور جلوسوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے اپنے ایک انٹرویو میں برطانوی فوجیوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ ٹونی بلیئر کے غیر قانونی احکامات ماننے سے انکار کر دیں اور عراق پر حملہ نہ کریں۔ اسے برطانیہ کا غدار کہا گیا۔ اس کی لیبر پارٹی نے اسے پارٹی سے نکال دیا۔ جب سات جولائی ۲۰۰۵ء کو لندن کے مشہور دھماکے ہوئے تو اس نے کہا کہ یہ مسلمانوں کے اندر پائے جانے والے اس غصے اور نفرت کا نتیجہ ہیں جو برطانوی حکومت کی عراق اور افغانستان میں جنگ اور قتل و غارت کی پالیسی سے پیدا ہوا ہے۔ اس نے صہیونیت کو دنیا کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا۔ اس نے کہا کہ صہیونیت کے علَم بردار مغربی ممالک ہیں اور وہ یہودیوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے ملکوں سے یہودیوں کو ایک ریوڑ سمجھ کر بھگایا اور اسرائیل کی صہیونی حکومت قائم کی۔ امریکی ریڈیو کے مشہور براڈ کاسٹر ایلکس جونز کو اس نے ستمبر ۲۰۰۵ء میں صہیونیت میڈیا متحد ہو گیا۔ جب اسرائیل نے ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء میں غزہ کا محاصرہ کیا اور وہاں کے عوام گندم کے دانے دانے کو ترسنے لگے تو وہ (۱۲۰) گاڑیوں کا قافلہ لے کر غزہ پہنچ گیا۔ ان

میں (۱۲) ایمبولینسیں، خوراک، کھیلوں کا سامان، دوائیں اور بچوں کے کھلونوں سے بھرے ٹرک شامل تھے۔ یہ قافلہ بیلجیم، فرانس، اسپین، مراکش، الجزائر، تیونس اور مصر سے ہوتا ہوا پانچ ہزار میل کا سفر طے کر کے غزہ پہنچا۔ ۲۰۰۹ء میں کینیڈا نے اس کے داخلے پر پابندی لگا دی اس لیے کہ کینیڈا نے فلسطین میں الیکشن جیتنے والی سیاسی پارٹی حماس کو دہشت گرد گروہ قرار دیا تھا۔

صہیونی، لبرل اور سیکولر میڈیا نے اس کے خلاف مہم کا آغاز کیا تو سب سے پہلے ڈیلی ٹیلی گراف نے ۲۲/اپریل ۲۰۰۳ء کو اسے ''تیل برائے خوراک'' پروگرام سے تین لاکھ پچھتر ہزار پونڈ حاصل کرنے کا ملزم ٹھہرایا۔ جارج گیلوے عدالت گیا، ڈیلی ٹیلی گراف کے تمام کاغذات جعلی نکلے اور اُنھوں نے گیلوے کو ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ ہرجانہ ادا کیا۔ ڈیلی ٹیلی گراف کی خبر کے تین دن بعد ۲۵/اپریل ۲۰۰۳ء کو ''کرسچن سائنس مانیٹر'' نے الزام لگایا کہ جارج گیلوے نے عراق کی حکومت سے ایک کروڑ ڈالر لیے ہیں۔ اس وقت تک گیلوے ٹیلی گراف کے خلاف عدالت جا چکا تھا۔ اپنی رپورٹ کے خلاف ۲۰ جون کو کرسچن سائنس مانیٹر نے ایک خبر شائع کی کہ جو دستاویزات انھیں ملیں وہ اعلیٰ سطح کی جعل سازی تھی، لیکن گیلوے نہ مانا اور کہا کہ یہ میری عزت کو نقصان پہنچانے کی سازش ہے۔ وہ عدالت چلا گیا اور اخبار نے اس کو بیرون عدالت ہرجانہ ادا کر کے معاملہ ختم کرایا۔

جارج گیلوے سچائی کی ایک تاریخ ہے۔ اقبال کے اس مصرعے کی تفسیر کہ ''پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے'' اس شخص نے آج سے اٹھارہ ماہ قبل بیروت میں مسلم اُمہ کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا:

''برطانوی پارلیمنٹ کے ان ارکان نے جنھیں یہ تک علم نہیں کہ عالمی نقشے میں سعودی عرب نام کا ملک کہاں واقع ہے، گزشتہ ایک سال سے مجھ سے پوچھنا شروع کیا ہے، خصوصاً چند ہفتے پہلے زیادہ زور سے پوچھتے ہیں کہ حجاز کون سا علاقہ ہے اور نجد کون سی سرزمین؟ میں حیران ہو گیا کہ یہ نام انھیں کہاں سے پتا چلے۔ اُنھوں نے اچانک یہ سب کیسے سیکھا اور کس لیے سیکھا، اس لیے کہ وہ بہت پہلے سے اس بات پر غور کر رہے تھے کہ سعودی عرب کو کیسے تقسیم کیا جائے اور اس کے مشرقی علاقوں میں بسنے والے شیعہ حضرات کو کیونکر یقین دلایا جائے کہ ہم ان کے لیے علیحدہ ملک حاصل کرنے میں مدد دے سکتے ہیں؟ انھیں کیسے باور کرایا جائے کہ ساری تیل کی دولت تمھارے علاقے میں ہے اور ہمیں مکہ اور مدینہ میں کوئی دلچسپی نہیں۔ میری بات پر یقین کیجیے کہ مغرب کو مکہ اور مدینہ عربوں اور مسلمانوں کے پاس رہنے پر کوئی اعتراض نہیں، ان کی دلچسپی صرف سعودی عرب کے تیل میں ہے اور جب وہاں بے چینی کی کیفیت پیدا ہوگی تو آپ دیکھیں گے کہ اچانک پورے مغرب کے دل میں شیعہ اقلیت کے لیے ایک نئی محبت جاگ چکی ہوگی۔ اب یہ سب شروع ہو چکا ہے اور آپ جلد سنیں گے کہ مغرب یہ پروپیگنڈا کرے گا کہ سعودی عرب کے مشرقی صوبوں میں شیعہ حضرات پر ظلم ہو رہا ہے۔ آپ کے سامنے سکینڈل منظر عام پر آئیں گے کہ ان پر شدت پسند حکمرانی کر رہے ہیں۔ یاد رکھو، اس طرح کی تقسیم میں کوئی ملک بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ یہ ساری مسلم دنیا کو لپیٹ میں لے لے گا اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس وقت ۲۳ عرب ممالک کی جگہ ۳۳، ۴۳ یا ۶۳ ممالک وجود میں آئیں گے۔ یہ ملک نہیں ہوں گے چھوٹی چھوٹی امارتیں ہوں گی، بالکل ویسی امارتیں جیسی لیبیا پر نیٹو حملے کے بعد بن رہی ہیں۔ یہ سب ان مغربی طاقتوں کے مفاد میں ہے کیوں کہ وہ اس طرح عربوں کو تقسیم کر کے مزید سو سال ان پر حکومت کر سکتی ہیں۔''

دو سال پہلے کی گئی یہ باتیں آج حقیقت بنتی جا رہی ہیں۔ اس حقیقت کو سچ بنانے میں جو لوگ مدد و معاون ہیں وہ ہمارے مذہبی

(باقی صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

اپنی تربیت آپ کیجیے

مؤلف: ڈاکٹر ہاشم علی اہدال

ترجمہ: ڈاکٹر ابو القاسم عبد العظیم مدنی

ضخامت: ۲۶۴ صفحات (عمدہ کاغذ، خوب صورت طباعت، مضبوط جلد)

ناشر: دار المعرفۃ، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

رابطہ نمبر: 0321-4210145

تبصرہ نگار: حماد الحق نعیم

کامیاب زندگی گزارنے کی آرزو ہر شخص کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر کوئی اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔ وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ آدمی اپنی منزل کا تعین تو کر لیتا ہے مگر اس کے لیے وہ خود کو تیار نہیں کرتا۔ زادِ راہ کے بغیر کوئی بھی سفر بامراد نہیں ہو سکتا۔

زندگی کے اسی پر کٹھن سفر کو بامراد بنانے اور اس راہ کے مسافر کی تربیت کے لیے پیشِ نظر کتاب لکھی گئی ہے۔ کتاب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (۱) انسانی عظمت کا اسلامی تصور۔ (۲) شخصی تربیت کے مبادیات۔ (۳) شخصی تربیت کا طریقہ کار۔

متعدد ذیلی عنوانات قائم کر کے انھی تین فصلوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ کتاب عربی زبان میں تھی جس کی اُردو ترجمانی ڈاکٹر ابو القاسم عبد العظیم مدنی نے کی ہے۔ ترجمے کی زبان عمدہ اور شستہ ہے۔ البتہ ترجمے میں بعض الفاظ ایسے انتخاب کیے گئے ہیں جو ہر کسی کی سمجھ میں آسانی سے آنے والے نہیں ہیں بلکہ محسوس ہوتا ہے عربی الفاظ ہی کو اُردو کا جامہ پہنا دیا گیا ہے۔ کتاب کی تقدیم اور نظرِ ثانی مولانا ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ نے فرمائی ہے۔ کتاب لائق مطالعہ ہے اور صوری و معنوی خوبیوں سے مزین بھی۔ سنجیدہ قارئین کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

مسلمان بچے

مرتب: شیخ عمر فاروق

ضخامت: ۲۶۴ صفحات

ناشر: جامعہ تدبر القرآن، ۱۵ بی، وحدت کالونی، لاہور۔

فون: 042-37810845

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

''مسلمان بچے'' شیخ عمر فاروق حفظہ اللہ کی ایک ایسی مرتب کردہ کتاب ہے جس میں قرآن وسنت کی روشن ہدایات سمو دی گئی ہیں۔

دنیا میں آنے والا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ بچہ جیسے جیسے بڑا ہوتا ہے۔ معاشرہ اس کی تربیت اور ماحول کو متاثر کرنا شروع کر دیتا ہے۔

مسلمان بچے کی تعلیم و تربیت ایک ابتدائی اور بنیادی مسئلہ ہوتا ہے۔ اب قرآنِ کریم اور جناب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیمات ہیں جو ہر چھوٹے اور بڑے کی تعلیم و تربیت میں ممد و معاون ہونی چاہئیں۔

شیخ عمر فاروق حفظہ اللہ نے یہ کتاب بچوں کی تعلیم و تربیت قرآن وسنت کی ہدایات کی روشنی میں تیار کر کے ''مفت'' دینے کا کام شروع کیا ہے۔ اس کے لیے احباب مبلغ بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر یہ کتاب منگوا سکتے ہیں، یاد رہے ٹکٹ استعمال شدہ نہ ہوں بلکہ نئے خریدے ہوں اور پہلے فون پر رابطہ بھی کیا جائے۔

شیخ صاحب موصوف کی تفسیر سورۂ آلِ عمران، دوسرے شہروں سے لینے کے خواہش منداحباب مبلغ پچاس روپے کے نئے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے بذریعہ ڈاک منگوا سکتے ہیں۔ فون پر رابطہ ضروری ہے۔

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دار الدعوۃ السلفیہ، لاہور

۸۹۳ء۲۹۷ پیر بخش لاہوری

پ ل احتساب قادیانیت، جلد (۱۱) ص: ۵۰۳۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضور باغ روڈ، ملتان۔

۱۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ معیار عقائد قادیانی۔

۲۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ بشارۃ محمدی فی ابطال رسالۃ غلام احمدی۔

۳۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ کرشن قادیانی۔

۴۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ مباحثہ حقانی فی ابطال رسالۃ قادیانی۔

۵۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ تفریق درمیان اولیائے اُمت اور کاذب مدعیان نبوت و رسالت۔

۶۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ اظہار صداقت۔ (کھلی چٹھی بنام محمد علی و خواجہ کمال الدین لاہوری)

۷۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ تحقیق صحیح فی قبر مسیح۔

۸۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ قادیانی کذاب کی آمد پر ایک محققانہ نظر۔

۹۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ مجدد وقت کون ہو سکتا ہے۔

۸۹۳ء۲۹۷ بابو پیر بخش

ب ل اِحتساب قادیانیت جلد نمبر (۱۲) ص: ۵۲۴۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔ بابو پیر بخش۔ الاستدلال الصحیح فی حیاۃ المسیح۔

۲۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ تردید نبوت قادیانی فی جواب النبوۃ۔

۳۔ بابو پیر بخش لاہوری۔ تردید معیار نبوت قادیانی۔

۸۹۳ء۲۹۷ مفتی محمد شفیع

م ل اِحتساب قادیانیت جلد (۱۳) ص: ۴۳۷۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔ مفتی محمد شفیع۔ طریق السداد فی عقوبۃ الارتداد۔

۲۔ مفتی محمد شفیع۔ دعاوی مرزا۔

۳۔ مفتی محمد شفیع۔ مسیح موعود کی پہچان۔

۴۔ مفتی محمد شفیع۔ وصول الافکار الی اُصول الافکار۔

۵۔ مفتی محمد شفیع۔ عداوۃ القادیانیۃ للمالک۔

۶۔ مفتی محمد شفیع۔ ایمان و کفر قرآن کی روشنی میں۔

۷۔ مفتی محمد شفیع۔ البیان الرفیع (بیان در مقدمہ بہاول پور)

۸۔ مفتی محمد شفیع۔ فتاوٰی جات ردِ قادیانیت۔

۹۔ حفظ الرحمان سیوہاروی۔ فلسفہ ختم نبوت۔

۱۰۔ حفظ الرحمان سیوہاروی۔ حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام۔

۱۱۔ سید شمس الحق افغانی۔ مسئلہ ختم نبوت۔

۱۲۔ سید شمس الحق افغانی۔ مسئلہ حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام۔

۸۹۳ء۲۹۷ نظام الدین

ن ل احتساب قادیانیت جلد (۱۴) ص: ۳۸۹۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

۱۔ نظام الدین۔ توضیح الکلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام۔

۲۔ نظام الدین۔ کذبات مرزا۔

۳۔ نظام الدین۔ برق آسمانی بر فرق قادیانی۔

۴۔ نظام الدین۔ منکوحہ آسمانی۔

دنیائے اسلام......!

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل علیہ السلام
خشت بنیادِ کلیسا بن گئی خاک حجاز
ہو گئی رسوا زمانے میں کلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے ، ہیں آج مجبورِ نیاز
لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستان سے پارس
وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز
حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز
ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

(علامہ محمد اقبالؔ)